حقیقت اختلاف مطالع و مسئلہ رؤیت ہلال

کا جواب

القول المختصر

فی ان اختلاف المطالع لیس بمعتبر

رؤیت ہلال

میں اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے

مؤلف

فضیلۃ الشیخ عطاء اللہ ڈیروی حفظہ اللہ

(سابق خطیب وامام جامع مسجد غرباء اہلحدیث کوٹ چھٹہ ضلع و تحصیل ڈیرہ غازی خان)

نظر ثانی و مقدمہ

فضیلۃ الشیخ حکیم محمد ناصر منجاکوٹی حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

حقیقت اختلاف مطالع ومسئلہ رؤیت ہلال

کا جواب

القول المختصر

فی ان اختلاف المطالع لیس بمعتبر

رؤیت ہلال

میں اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے

مؤلف

فضیلۃ الشیخ عطاء اللہ ڈیروی حفظہ اللہ

(سابق خطیب وامام جامع مسجد غرباء اہلحدیث کوٹ چھٹہ ضلع وتحصیل ڈیرہ غازی خان)

نظر ثانی و مقدمہ

فضیلۃ الشیخ حکیم محمد ناصر منجا کوٹی حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

منہج فہم سلف صالحین

کتاب اردو نام : القول المختصر فی ان اختلاف المطالع لیس بمعتبر

رؤیت ہلال میں اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے

مولف : فضیلۃ الشیخ عطاء اللہ ڈیروی حفظہ اللہ

نظر ثانی : فضیلۃ الشیخ حکیم محمد ناصر منجا کوٹی حفظہ اللہ

صفحات : 112

تعداد : 1100

تاریخ اشاعت : ستمبر "2008" رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

ناشر : دارالتقویٰ کراچی پاکستان

بسم الله الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ،أمابعد:

کچھ عرصہ قبل ہم نے رویت ہلال سے متعلق جناب فضیلۃ الشیخ عطاء اللہ ڈیروی حفظہ اللہ (سابق خطیب وامام جامع مسجد غرباء اہلحدیث کوٹ چھٹہ ضلع وتحصیل ڈیرہ غازی خان) کا ایک رسالہ اس نیت سے شائع کیا تھا کہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں رویت ہلال کے اختلاف کا حل نکل آئے اور مسلمان جو ایک ہی ملک میں متعدد عیدیں منا کر دنیا والوں کے سامنے تماشا بنتے ہیں تو اس جگ ہنسائی سے بچنے کی کوئی سبیل نکل آئے۔ کتابچے کا شائع ہونا تھا کہ امت میں تفرقہ برقرار رکھنے اور اس تفرقہ کی بنیاد پر اپنی اپنی دکانیں سجانے والوں میں کھلبلی مچ گئی کہ یہ کون لوگ ہیں جو ہماری برسوں کی محنت پر پانی پھیر رہے ہیں اور امت مسلمہ کو پھر سے:﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (النساء:۱۰۳)﴾ کا درس یاد دلا رہے ہیں اگر یہ امت پھر سے امت واحدہ بن گئی تو ہم کس طرح مسلمانوں کو باہم دست وگریباں رکھ کر اپنی علمیت کی دھاک بٹھاتے رہیں گے؟ کس طرح مسلمان کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بانٹ کر اور فروعی مسائل میں الجھا کر اپنے مفادات حاصل کرتے رہیں گے؟ جن لوگوں نے یہود، نصاریٰ اور قادیانیوں کے خلاف کبھی ایک لفظ تک نہیں لکھا وہ فوراً ہماری کتاب کے خلاف لکھنے کے لئے سرگرم ہوگئے۔

ان تینوں مصنفین کی علمی قابلیت سے تو لوگ واقف ہیں اور جو واقف نہیں ہیں وہ فضیلۃ الشیخ ڈیروی حفظہ اللہ کی پیش نظر تصنیف پڑھ کر واقف ہوجائیں گے۔

کتاب کے مصنف عبدالوکیل ناصر صاحب اور ان کے موئید ڈاکٹر جابر دامانوی صاحب کو تو لفظ وحدت امت سے اتنی نفرت ہے کہ اس لفظ کی وجہ سے عبدالوکیل ناصر صاحب نے اپنے استاد فضیلۃ الشیخ

عبدالعظیم حسن زئی کے لئے بدنام اور اندھے جیسے الفاظ استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ ڈاکٹر دامانوی صاحب تو وحدت امت کو پارہ پارہ کرنے پر فخر کرتے نظر آتے ہیں۔ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: اس وضاحت سے وحدت کا وہ تصور جو تجدد پسند پیش کر رہے ہیں پاش پاش ہو جاتا ہے۔

(صحیفہ اہلحدیث: ص ۱۶، شمارہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ، یکم دسمبر ۲۰۰۷)

عبدالوکیل ناصر صاحب لکھتے ہیں: آج تک سمجھ نہیں آئی کہ وحدت امت کا درس گمنام لوگ وطن طاغوت میں بیٹھ کر کیوں دیتے ہیں۔ (حقیقت اختلاف مطالع: ص: ۲) حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا تو طریقہ ہی یہ تھا کہ طاغوت کے ملک میں ہی حق بیان کیا جائے۔ حدیث میں آتا ہے۔ ''افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب لکھنے والے تینوں علمبرداران افتراق امت کو وحدت امت سے ہی شدید نفرت ہے اس لئے نفس مسئلہ پر علمی بحث کرنے کے بجائے جناب فضیلۃ الشیخ عطاء اللہ ڈیروی حفظہ اللہ اور فضیلۃ الشیخ عبدالعظیم حسن زئی حفظہ اللہ کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ کسی کو گمنام اور کسی کو بدنام کہا ہے۔ جبکہ ان تینوں مقتدیوں کی اپنی حالت یہ ہے کہ ایک نے زمین کے ایک حصہ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے اور وہاں سے امت میں تشتت وافتراق کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ دوسرے مقتدی ایسے ہیں جو متعدد مذاہب تبدیل کرنے کے بعد اب شہرت کی خاطر رسائل میں مضامین شائع کروانے کے خبط میں مبتلا ہیں اس کے لئے چاہے کسی کی تحریر سرقہ کرنی پڑ جائے یا کسی کے کتاب سے من وعن نقل کر کے اپنے نام سے شائع کروادیں صرف ان کا نام مضمون نگار کی حیثیت سے آنا چاہیے۔ ان کو وحدت امت پاش پاش کرنے پر بہت فخر ہے۔ تیسرے مقتدی جو کتاب کے مصنف ہیں۔ ان کی علمی قابلیت تو ان کے اخلاقی رویے اور ''مہذبانہ'' لب ولہجہ سے معلوم ہو جاتی ہے۔ دوسروں پر تنقید اور ان کی تنقیص ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

جناب ایک ادارے کی مسجد میں خطیب ہیں۔ اور ایک جماعت کے مرکز سے بھی خطابت کی تنخواہ وصول کرتے ہیں۔ اور ایک تیسرے صاحب کے لئے ان موضوعات پر رسالے لکھتے ہیں۔ جن پر بارہا اور

بہتر لکھا جا چکا ہے۔ان مصروفیات کی وجہ سے ہی موصوف چڑ چڑے پن کا ہر وقت شکار رہتے ہیں۔اور یہ چڑ چڑا پن ان کی تحریر میں بھی نمایاں ہے۔ہم نے ڈیروی حفظہ اللہ کا کتابچہ صرف ایک اہم مسئلے کی وضاحت اور امت کے افتراق کے خاتمے کی نیت سے شائع کیا تھا ہم کسی کی ذات پر تنقید کرنا مناسب نہیں سمجھتے مگر ان تینوں علمبرداران افتراق امت نے کتابچے کا علمی جواب دینے کے بجائے افراد کو نشانہ بنایا اس لئے ہم نے بھی معمولی سی تنقید کی ہے اور اس میں بھی کوشش کی ہے کہ عبدالوکیل ناصر صاحب جیسا لب ولہجہ اور ''مہذبانہ'' الفاظ ادا نہ ہوں۔فضیلۃ الشیخ ڈیروی حفظہ اللہ نے پیش نظر کتاب میں اپنا تعارف دیدیا ہے۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ گمنام نہیں ہیں۔جبکہ شیخ عبدالعظیم حسن زئی حفظہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

ہم نے فضیلۃ الشیخ عبدالعظیم حسن زئی حفظہ اللہ سے عبدالوکیل ناصر صاحب کے الفاظ کا جواب دینے کے لئے رابطہ کیا مگر انہوں نے تفصیلی جواب کے بجائے صرف ایک آیت اور شعر پر اکتفا کیا ہے۔

وَ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ:۳:۱۰)

''اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کے تم عدل نہ کرو،عدل کیا کرو یہ تقویٰ کے بہت قریب ہے''۔

اور شعر ہے۔ آدمی اس کو نہ جانئے ظفر چاہے کتنا ہی ہو صاحب فہم وذکاء

جسے عیش میں یاد خدا نے رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

پیش نظر کتاب بھی ہم رویت ہلال کے مسئلہ کے حل کے لئے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔تاکہ وحدت امت سے متنفر اور امت کی وحدت کو پاش پاش کرنے والوں پر حقیقت حال منکشف ہو جائے۔دلائل و براہین اور علمی نکات سے مزین خوبصورت انداز بیان مؤدبانہ انداز تحریر کی یہ علمی کاوش ان شاء اللہ قارئین کو ضرور مطمئن کرے گی۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اتحاد اتفاق

سے رہنے کی توفیق دے اور تشتت و افتراق سے محفوظ رکھے۔ آمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

الحمد للّٰه رب العالمين والصلاة والسلام على اشرف الانبيآء والمرسلين وعلى آله واصحابه أجمعين ومن تبعهم باحسان الىٰ يوم الدّين، أمابعد:

مسائل کی تحقیق اورفہم وسمجھ میں اختلاف ہوسکتا ہے اوراس کا حل بھی ہوسکتا ہے بشرطیکہ انسان مسائل کی تحقیق اورمعلومات میں مخلص ہو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مقصد ہوحق کا متلاشی ہوضدعنادتکبر حسد جیسے مہلک بیماریوں سے محفوظ ہو۔

اپنے علم پر تکبر کرنا بہت بڑی ہلاکت کا سبب ہے

جیسا کہ رسول اللہ کا ﷺ کا فرمان ہے کہ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جنکا یہ دعویٰ ہوگا:((من اقرأمِنّامن اَعلم منا من افقه منّا)) ''کون ہم سے زیادہ پڑھنے والا ہےکون ہم سے زیادہ علم والا ہےکون ہم سے زیادہ سمجھدار ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا ان لوگوں میں خیر ہے صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ جانتے ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((اولئك منكم من هذه الاُمة)) ''یہ لوگ تم میں سے ہوں گےاوراس امت میں سے ہوں گے((واولئك هم وقودالنّار)) اور یہ لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔''(احزجه الطبرانى فى الاوسط والبزار،موسوعه الناهى اشرعيه، ابواسامہ سلیم بن عبدا ھلالی نے ایسے حسن لغیرہ کہا ہے۔ج۱،ص۱۷۹)

حال ہی میں کچھ کتابیں دیکھنے کو ملے پہلی کتاب فضیلۃ الشیخ عطاءاللہ ڈیروی حفظہ اللہ کی ہے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ چاند کہیں بھی نظر آجائے تو اطلاع ملنے پر سب کے لئے کافی ہے دوسری کتاب اسکے

جواب میں ہمارے محترم دوست عبدالوکیل ناصر حفظہ اللہ کی ہے جس میں وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر شہر والوں کا اپنا اپنا چاند ہے۔اس کے جواب میں فضیلۃ الشیخ عطاء اللہ ڈیروی حفظہ اللہ نے دوسری کتاب لکھی اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے دونوں کے دلائل علماءاورعوام کے سامنے ہیں دونوں کا موازنہ کرکے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

میری التماس

یہ ہے کہ ایک دوسرے کے جواب میں صبروتحمل اورایک دوسرے کا احترام ملحوظ ہونا چاہیئے۔کیونکہ ایک دوسرے کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے سے نقصان دین کا ہے کیونکہ عوام الناس کا علماء سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے سلف صالحین کا منہج تمام مسائل میں لازم پکڑو۔اس سے قبل بھی کئی مسائل میں علماء کا اختلاف رہاہے۔مگرایک دوسرے کی عزت واحترام اوروقار کبھی مجروح نہیں کیا شیخ ناصرالدین البانی اورشیخ عبداللہ بن باز کا چندمسائل میں اختلاف ہوامگراس کے باوجودایک دوسرے کے لئے انہوں نے جوالفاظ استعمال کیےاس سے انسان کے دل میں علماء کا احترام اوراعتمادمزید بڑھ جاتا ہے۔

اختلاف کی بڑی دوقسمیں اوردو جماعتیں

ایک اختلاف اہل ایمان کا اہل شرک وکفر کے ساتھ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ﴾(الحج:١٩)

’’یہ لوگ دومختلف گروہ ہیں اپنے پروردگار کی شان میں جھگڑتے ہیں۔‘‘

یعنی مومنین اوراس کے مقابل کفاراورمشرکین مومن اپنے رب کی الوہیت اوررابوبیت ثابت کرتے ہیں اورکافراس کاانکارکرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

﴿فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّةِ وَ فَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ﴾(الشوریٰ:٧)

’’ایک گروہ جنت میں اور ایک جہنم میں جائے گا۔‘‘

گویا کہ حق اور باطل کے اعتبار سے انسانیت دو جماعتوں میں منقسم ہے ایک مومنین مسلمین اہل توحید دوسرا کفار مشرکین اور اہل الضلال کی جماعت ہے ان کے مابین اختلاف حق اور باطل کا ہے ان کے مقابلے میں حق ثابت کرنے میں حق پرست کو نہ کسی کی ملامت کا خوف ہونا چاہئے اور نہ مداہنت سے کام لینا چاہئے بلکہ باطل عقائد اور نظریات کو قرآن وسنت کے دلائل سے شدت کے ساتھ رد کرنا چاہئے۔

دوسری قسم کا اختلاف

مومنین مسلمین اہل توحید کے مابین فہمی اجتہادی ہے۔ جس میں مخطی اور مصیت دونوں ماجور ہیں کیونکہ دونوں کا مقصد مراد کو پہنچنا ہے (یعنی حق کو) مثلاً ایک عالم دین کسی مسئلے میں اجتہاد کرتا ہے تاکہ اس پر عمل کرے اس کی طرف دعوت دے تو وہ اس کوشش میں خطاء کر جاتا ہے تو اس کے لئے ایک اجر ضرور ہے کیونکہ اس کا مقصد نیک اور نیت صحیح تھی اور اس کا مسئلہ اگر صحیح ثابت ہو جاتا ہے تو وہ دو اجر کا مستحق ہے ایک حق کو پہنچنے کا اور ایک محنت کا جبکہ اول الذکر شخص جو ہے اس کی محنت بھی ضائع نہیں ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان کا مقصد یہ ہی ہے: ((اذاجتهد الحاكم فاصاب فله اجران و اذاجتهد الحاكم و اخطاء فله اجر)) اس قسم کے اختلاف میں ایک دوسرے کو ملامت نہیں کیا جائے۔ بلکہ ایک دوسرے کی اصلاح کی جائے۔

اختلاف کا حل صرف قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے میں ہے نہ کہ اقوال رجال میں

جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ ﴾(النساء: ۵۹)

’’جب تمہارے مابین کسی چیز میں اختلاف ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ‘‘

(یعنی قرآن وسنت کی طرف لوٹایا جائیگا) مگر افسوس آج امت میں اختلاف کا حل قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے کے بجائے اقوال الرجال میں تلاش کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اختلاف حل ہونے کے بجائے مزید بڑھ جاتا ہے اس لئے کے اصل کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ البتہ علماء حق کے اقوال کو حق کی تائید میں پیش کرنا یہ سلف کا طریقہ رہا ہے۔

زیر بحث مسئلہ کا حل

رسول اللہ ﷺ کا صحیح فرمان: ((صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته)) "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔" (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ کا صحیح فرمان تمام امت کے لئے ہے نہ کہ کسی ایک علاقے کے لئے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہے: ((ترى الناس الهلال فأخبرت رسول الله ﷺ انى رأيته فصال وامر الناس بصيامه)) "لوگوں نے چاند دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔" (سنن ابی داؤد)

اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((صومكم يوم تصومون واضحاكم يوم تضحون)) "تمہارا روزہ ہوگا جس دن سب روزہ رکھتے ہو اور تمہاری قربانی ہوگی جس دن سب قربانی کرتے ہو۔" (سنن ابی داؤد)

رسول اللہ ﷺ کے ان فرامین کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ یہ حکم پوری امت کے لئے ہے نہ کہ کسی علاقائی امت کے لئے اور یہ بات علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا کسی ایک شخص کو حکم دینا پوری امت کے لئے ہوتا ہے۔

اب سوال یہ ہے

کہ رسول اللہ ﷺ کے یہ فرامین اگر عمومی امت کے لئے نہیں ہیں تو استثناء کے لئے اس طرح شرعی

دلیل کی ضرورت ہے جو کہ آج تک کوئی نہ لا سکا کیونکہ جن دلائل سے ہر شہر کے چاندوالوں کا استدلال ہے وہ خود ان کا بھی اُس پر عمل نہیں ہے اور خود ہی اپنے بنائے ہوئے قاعدہ کو مسمار کر دیتے ہیں جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔ (ان شاء اللہ) افسوس اس بات پر ہے کہ کچھ لوگوں نے خود ہی شریعت بنانی شروع کردی ہے اور اسکا یہی نقصان ہے جو ہو رہا ہے۔ حالانکہ مومن مسلم کا تو کام صرف یہ ہے کہ جہاں شارع ﷺ نے روکا ہے وہیں رک جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (الحجرات: ۱)﴾ فریق ثانی کا مضبوط دلیل اوراس کے مختصر و مفصل جوابات فضیلۃ الشیخ عطاء اللہ ڈیروی حفظہ اللہ کی پیش نظر کتاب میں ملاحظ کیجیے میری صرف چند ہی مختصر گذارشات ہیں جو کہ کریب رحمہ اللہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہے عبدالوکیل ناصر حفظہ اللہ اوران کے ہمنوا حضرات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کریب رحمہ اللہ کی شہادت کو اس لئے نہیں مانا کہ وہ رمضان المبارک کے درمیان میں آئے تھے نہ کہ شہادت کی خبر لیکر آئے تھے تو اس روایت سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اگر اپنے اپنے علاقے میں لوگ اپنا چاند دیکھ کر روزہ شروع کریں اور ایک دوسرے سے باخبر نہ ہوں۔ تو اس طرح اپنے اپنے روزے پورے کریں گے جس حساب سے انہوں نے روزے شروع کیے تھے اوراس کی دلیل یہی ہے کہ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہمیں اس طرح رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اگر ابتدء میں شہادت لیکر کوئی آجائے تو اس کی شہادت قبول کی جائیگی جیسا کہ حدیث میں ہے: ((فان شهد شاهد ان مسلمان فصوموا وافطروا)) ''اگر دو مسلمان گواہی دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو۔'' (رواہ الغلیل) اور ایک اور روایت میں ہے: ((فان لم تروه و شهد شاهداعدل سنكنا بشهادتهما)) ''اگر تم چاند نہ دیکھ سکے اور دو دیندار گواہی دیں تو ہم اس کی شہادت پر روزہ رکھیں گے۔'' (سنن ابی داؤد) اور ایک روایت سے معلوم ہوا کہ چاند دیکھنے کے لئے دو گواہ شرط نہیں ہے ایک گواہ بھی قابل

قبول ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ تو اس نے کہا کہ ہاں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا سچا رسول ہوں تو اس نے جواب دیا ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا یا بلال ((اذّن فی النّاس فلیصو مواغدًا)) ''اے بلال لوگوں میں اعلان کرو کہ کل روزہ رکھیں۔'' یہ روایت کمزور ہے لیکن: ((فاَخبرت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم انی رأیتہ فصال وامرالناس بصیامہ)) ''لوگوں نے چاند دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔'' (سنن ابی داؤد) یہ روایت صحیح ہے۔ اور اسطرح ان دو آدمیوں کا واقعہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھا کر چاند دیکھنے کی شہادت دی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ توڑ دیا مگر عید کی نماز کا وقت نکل گیا تھا تو پھر دوسرے دن عید کی نماز پڑھی۔ (نیل الاوطار)

مزید تفصیل بمع تحقیق مسئلہ ھذا کے لئے ہمارے فضیلۃ الشیخ عطاء اللہ ڈیروی حفظہ اللہ کی کتاب پڑھیئے اور غور کیجئے۔

چند سوالات

① **سوال** جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ہر بستی والے کے لئے اپنا چاند ہے تو پھر اس کو پورے ملکوں پر کیوں تقسیم کرتے ہیں کہ چاند اپنے اپنے ملک کا ہے حدیث میں ایسے الفاظ کہاں ہیں کہ چاند اپنے اپنے ملک کا ہے؟

② **سوال** اگر حدیث کا یہ معنی لیا جائے کہ چاند اپنی اپنی بستی کا ہے تو پھر جب پاکستان میں ایک عید کے بجائے دو، تین، عیدیں منائی جاتی ہیں تو یہ لوگ کیوں شور مچاتے ہیں کہ یہ لوگ اتحاد کو نہیں مانتے کیا یہ آپ حضرات کے پیش کردہ تشریح حدیث کے ماننے والے نہیں ہیں؟

③ سوال جب بنگلہ دیش پاکستان کا حصہ تھا تو ان کا چاند ایک تھا تو آج ان کا چاند کس دلیل پر الگ الگ ہو گیا اگر آج یہ ملک ہندوستان، بنگلہ دیش اور افغانستان ایک ملک بن جائے تو کیا ان کا چاند الگ الگ ہو گا یا ایک ہو گا تو کس دلیل پر ہو گا؟

④ سوال افغانستان اور پاکستان کی سرحد پر ایک پہاڑ پر بیٹھے ہوئے دو مسلمان چاند کو دیکھتے ہے لیکن چاند افغانستان کی جانب ہے تو صرف افغان روزہ رکھتے ہیں تو پاکستانی روزہ کیوں نہیں رکھتے اس کی کیا دلیل ہے؟

⑤ سوال افغانستان اور پاکستان کے سرحدی علاقے والے اپنی قریب والی بستی کو اطلاع دیتے ہیں اور وہ اطلاع پاکستان میں پھیلا دیتا ہے تو اس کو کس دلیل پر مانو گے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو لوگ استدلال کرنا چاہتے ہیں کہ ہر بستی کا اپنا چاند ہونا چاہئے تو یہ تو اس کے اخلاف ہے؟

⑥ سوال ایک کمیٹی اسلام آباد میں بیٹھی ہے اور ایک کمیٹی مکہ المکرّمۃ میں بیٹھی ہے اسلام آباد میں بیٹھنے والی کمیٹی کا سربراہ بدعقیدہ قبر پرست ہے مکہ المکرّمۃ کی کمیٹی کا سربراہ مع اپنے ساتھیوں کے اہل توحید ایک رب کی عبادت کرنے والا ہے یہ دونوں ہمیں بذریعہ ٹی وی یا ریڈیو خبر دیتے ہیں تو ان دونوں میں سے کس کی گواہی قبول کی جائیگی اور کس کی ردّ کی جائیگی موحد کی یا مشرک کی؟ جواب صحیح دلیل سے دیں۔

⑦ سوال رسول اللہ ﷺ جب حج کے لئے جاتے تھے تو مدینہ منورہ کی تاریخ کے حساب سے جاتے تھے یا مکہ والوں کی تاریخ کے حساب سے جاتے تھے؟

⑧ سوال عرفہ کے روزہ کی فضیلت آپ کو معلوم ہے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ اس سے دوسال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور عرفہ وہ ہے کہ جس دن حجاج کرام عرفہ کے میدان میں کھڑے ہوں عرفہ اپنے ملک کا نہیں صرف ایک ہی عرفہ ہے جس روز عرفہ ہوتا ہے تو ہم عرفے کا خطبہ بذریعہ ریڈیو یا ٹی وی سنتے اور دیکھے ہیں اور اسی دن اللہ عزوجل آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جس

طرح اُس کی شان کے لائق ہے؟(صحیح مسلم) کیونکہ یہ حدیث عرفہ کے دن کی ہے اور عرفہ تمام امت کے لئے ہے نا کہ صرف مکہ والوں کے لئے؟

⑨ **سوال** کیا ہم عرفے کا روزہ اس دن رکھیں گے یا جب عرفہ کا دن گزر جائے تو پھر اپنے ملک کے حساب سے رکھیں گے؟

آخر میں رب العالمین کی بارگاہ میں دعا گوہوں کہ اے اللہ عزوجل ہمیں حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں وہ زندگی عطا فرما جو تیری اطاعت والی ہو نہ کہ تیری معصیت والی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے اور ہمیں ہدایت نصیب فرمائے اور ہم کو حق دکھائے اور حق کی اتباع نصیب فرمائے۔

علماء حق سے دردمندانہ اپیل

اللہ کے واسطے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر امت کو دعوت دیں امت کو شرک سے ڈرائیں شرک کے نقصانات اور شرک کی اقسام بتائیں اللہ کے واسطے مساجد اور مدارس میں امت کی تربیت اور ان کو اسلام کی تعلیمات دیں اللہ کے واسطے عوام کو وقت دیجئے ان کی مجالس میں بیٹھ کر انہیں اپنے اخلاق کردار اور عمل سے سچے دین کی تعلیم سے روشناس کیجئے۔

سبحا نك الهم و بحمدك اشهدأن لا اله الاانت استغفرك وأتو ب اليك

حکیم محمد ناصر منجاکوٹی حفظہ اللہ

۱۴۲۹/شعبان/۲۴ **۲۴/۰۸/۲۰۰۸**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

أمابعد:

کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک رسالہ رؤیت ہلال کے موضوع پر ترتیب دیا تھا جس کو جماعت کے بعض احباب نے کراچی سے شائع کر دیا۔ رسالہ میں میں نے یہ عرض کیا تھا کہ دنیاء اسلام میں کسی جگہ پہلی بار اگر چاند نظر آجائے تو وہ تمام اسلامی ملکوں کے لئے معتبر ہوگا بشرطیکہ اس کی بروقت اطلاع ان ملکوں کو مل جائے۔ اس میں میں نے أئمہ اربعہ کے اقوال پیش کئے تھے اور ان أئمہ اربعہ کے مقلدین کی فقہ کی کتابوں سے میں نے اسی موقف کی تائید میں حوالے پیش کئے تھے اور یہ عرض کیا تھا کہ أئمہ اربعہ کے جمہور مقلدین کا بھی یہی قول ہے اور اس سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق بھی میں نے نقل کی کہ وہ بھی اسی نظریئے کے حامی اور مئوید ہیں۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی شخصیت اہل علم کے لئے کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے اور اپنے وقت کے نامور محقق علامہ شوکانی رحمہ اللہ کی تحقیق بھی میں نے اس میں شامل کی اور موجودہ ایک سعودی عالم محمد علی صابونی رحمہ اللہ کی تحقیق بھی میں نے لکھی کہ وہ بھی اسی نظریئے اور موقف کی تائید کرتے ہیں۔ اسکے برعکس اس نظریہ کے مخالفین کی أئمہ اسلام میں تعداد بہت کم ہے جو اختلاف مطلع کا نظریہ رکھتے ہیں یا یہ کہ ہر بلد وشہر کی اپنی رؤیت کے نظریئے کے حامل ہیں یہ صرف چند شافعی علماء ہیں جن میں امام نووی رحمہ اللہ ہیں اور حنفی فقہاء میں کنزالدقائق کے شارح علامہ زیلعی ہیں اور موجودہ صدی کے حنفی علماء میں عبدالحی لکھنوی صاحب ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ صدی کے حنفی علماء میں سے اکثریت کا فتوی یہی ہے کہ ایک جگہ کا چاند تمام دنیاء اسلام کے لئے ہے بغیر کسی بعد وقرب کی وضاحت کے۔ یہ حقیقت کتابوں میں بھرپور طور پر مذکور ہے مگر جب سے عالم اسلام انحطاط وتنزلی کا شکار ہوا اور سلطنت اسلامیہ کی وحدت دشمنان اسلام کے ہاتھوں غارت ہوئی اور ایک واحد سلطنت اور

واحد مرکز والا ملک چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہوگیا تو ان ملکوں کے امراء وسلاطین نے جہاں اللہ تعالی کی زمین کو اپنی جاگیر سمجھ کر آپس میں تقسیم کیا ہر ایک نے کہا یہ میرا ملک ہے اس میں کسی غیر ملکی کو سلطنت کرنے حکومت جمانے کا کوئی حق نہیں اس طرح انھوں نے چاہا اب رمضان بھی اپنا اپنا ہونا چاہیئے اور عید بھی اپنی اپنی ہونی چاہیے۔اس کے لئے انھوں نے ملکوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے چاند کو بھی آپس میں بانٹ لیا۔ چونکہ چاند مغرب سے طلوع ہوتا ہے اس لئے مغرب والوں نے کہا جب چاند ہمارے ہاں طلوع ہوگا وہ اس وقت صرف ہمارا ہی ہوگا کسی اور کو ہم اس میں شریک نہیں کریں گے کیونکہ یہ ہمارا قانونی اور جمہوری حق ہے اور جب تک وہ ہمارے علاقے پر طلوع پزیر رہے گا وہ ہمارا رہے گا پھر جوں جوں وہ اوپر کو ہوتا جائے گا اور جس ملک وقوم پر طلوع پزیر ہوگا وہ اسی کا ہوتا جائے گا۔اس اجارہ داری اور جبری قبضے کے لئے ان کے اپنے اپنے ملکوں کی رؤیت ہلال کی کمیٹیاں ہیں تا کہ وہ دیکھیں کہ ان کے ملک میں چاند کب طلوع ہو رہا ہے تا کہ اس کے اوپر سب سے پہلے قبضہ کرلیا جائے۔اور ان کمیٹیوں کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس کی چاہیں رؤیت کی شہادت قبول کریں اور جسکی چاہیں رد کر دیں اس طرح انہوں نے رمضان اور عید کے چاند کو اپنی مٹھی میں لیکر اس پر قبضہ کرلیا۔حالانکہ یہ چاند تخلیقی طور پر اپنی پیدائش کے وقت سے لیکر تمام امت مسلمہ کے لئے مشترک تھا وہ کسی ملک وقوم کی جاگیر نہیں تھا جس طرح سورج سب کے لئے تھا چاند بھی سب کے لئے تھا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هُوَ الَّـذِىْ جَـعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ(سورة یونس:٥)

وہی وہ ذات جس نے سورج کو روشنی دینے والا اور چاند کو روشنی لینے والا بنایا تا کہ اس نظام کے ذریعے تم سالوں کا حساب رکھو اور گنتی پوری کرو۔

ائمہ اسلام چونکہ چاند کے مسئلے میں اپنا فیصلہ دے چکے تھے اور وہ ان کا فیصلہ کتابوں میں روز روشن کی طرح صدیوں سے محفوظ چلا آ رہا تھا اور ادھر امت مسلمہ اپنے انتشار اور افتراق کی باعث چاند کے مسئلے

میں اسی خلفشار کا شکار تھی اور صراط مستقیم سے ہٹ کر ایک غلط راستے پر چل نکلی تھی۔ اس لئے ہم نے چاہا کہ امت مسلمہ کو انکی اصل میراث اور انکی وحدت واتفاق کے اصل راز سے جو چاند کے اتحاد میں مضمر تھا روشناس کرایا جائے اور انکوان کے افتراق وانتشار کے راستے سے ہٹا کر وحدت کے راستے پر گامزن کیا جائے۔ اسی مقصد کے لئے ہم نے ایک مختصر رسالہ ترتیب دیا اور اس میں امت کے عمائدین نے جو مشعل ہمارے لئے جلائی تھی اور وہ ابھی تک کتابوں کے اوراق میں بجھی نہیں تھی گم ہوگئی تھی ہم نے چاہا کہ اس کو پردۂ اخفاء سے نکال کر مسلمانوں کے شاہراہ عام پر آویزاں کر دیا جائے تا کہ ہر آنے والا اور جانے والا گزرنے والا اس کی روشنی سے استفادہ کرتا جائے۔ جب ہمارا یہ رسالہ چھپ کر تقسیم ہوا تو ائمہ تفرق وتشتت کے درودیواروں میں ایک زلزلہ سا برپا ہوگیا اور انہوں نے اپنی امارت وصدارت کی کرسی کے چھن جانے کا خطرہ محسوس کیا تو ملکر اپنے باطل وفاسد نظریئے کو بچانے اور اس کے چاروں طرف بند باندھنے پر تُل گئے اور کتب ورسائل اس مقصد کے لئے چھپوا کر تقسیم کیئے تا کہ انکی گرتی ساکھ کسی طریقے سے بچ جائے۔ اسی سلسلے کا ایک رسالہ ہم تک بھی پہنچا۔ اس کے مؤلف ایک مولانا عبدالوکیل ناصر صاحب ہیں انہوں نے ایڑی سے لیکر چوٹی تک کا زور لگایا تا کہ انکا موقف کہیں کمزور نہ ہو جائے۔ وہ اس میں کہا تک کامیاب ہوئے ہے یہ پڑھنے والے ہی بتائیں گے۔ مگر پڑھنے والے اگر ایک آنکھ رکھتے ہوں اور وہ بھی پوری طرح روشن نہ ہو تو کسی کا قصور نہیں۔ ہمارے برصغیر کے مسلمان کیوں جلد گمراہ ہو جاتے ہیں اس کا اصل سبب دینی علوم کی کمی اور دنیاوی علوم کی برتری ہے ((جو مائة فی المائه)) تو غلط نہیں مگر اس میں غلط نظریات کی اتنی آمیزش کر دی گئی ہے کہ عام پڑھے لکھے انسان کے لئے اس کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ مولانا عبدالوکیل ناصر صاحب نے ہم کو یعنی رسالے کے ترتیب دینے والوں کو یوں یاد کیا وہ فرماتے ہیں ''اس کتابچہ و رسالہ کو تین ائمہ وحدت اُمت نے بڑی ہی جانفشانی سے مرتب کیا ہے جن میں دو امام تو گمنا ہیں مجہول الحال ہیں اور ایک بدنام ہیں''۔ (ص:۲) یہ ہے اس کتاب کی ابتداء جس کی ابتداء ہی ایسی ہو اس کی تکمیل کیا ہوگی اور کن ہتھکنڈوں سے ہوگی اور

اس میں کیا موتی پروئے جائیں گے اور کیا علمی نکتے اٹھائے جائیں گے یہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

اس کتاب کے مؤلف اور اس کے مؤیدین وموافقین کو اگر ہم أئمہ تفرق وتشتت لکھیں تو مناسب ضرور ہوگا مگر یہ ہم کو زیب نہیں دیتا کہ جھالت کا جواب جہالت سے دیا جائے اس لئے ہم ایسا نہیں کریں گے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کا اصل موقف کیا ہے وہ اس کتاب کے اندران کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ وہ فرماتے ہیں ''اور کسی نے (قرآن وسنت) کے مطابق کہا کہ ہر ملک کی شہر کی اپنی ہی رؤیت کا اعتبار ہوگا''۔(ص:۱) یہ ہے ان حضرات کا موقف کہ ہر بلد ہر شہر کی اپنی رؤیت ہے اسی کا اعتبار ہوگا کسی دوسری جگہ کا چاند ان کے لئے نہیں ہوگا خواہ وہ قریب کا ہو یا بعید کا یعنی اتحاد مطلع کی جگہ کا ہو یا اختلاف مطلع کا۔ مگر اس کے بعد (لکھوی صاحب، ص:۵) میں یہ لکھا ہے اس مسئلہ میں میرے نزدیک راجح قول اور قابل عمل بات یہی ہے کہ اختلاف مطلع کا اعتبار کیا جائے گا جو کہ علم جغرافیہ اور ہیئت اور واضح نصوص کے لحاظ سے ایک حقیقت ہے۔اس کتاب میں پہلے ہر بلد کی اپنی رؤیت کا اعتبار ہوگا کے قول کو ترجیح دی گئی اور اس کو قرآن وسنت سے ثابت شدہ بات کہی گئی ہے پھر کہا کہ جن شہروں تک چاند کا مطلع ایک ہوگا وہاں تک ایک جگہ کا چاند بغیر دیکھے معتبر ہوگا اور وہاں کے لوگوں پر اس کا حکم نافذ ہوگا۔ رمضان ہے تو اس کا اور عید ہے تو اس کا حکم لاگو ہوگا۔اور یہ ایک حقیقت ہے کہ چاند سینکڑوں میلوں کے بعد جا کر مطلع کا اختلاف کرتا ہے۔جس میں کئی شہر آجاتے ہیں۔لہٰذا یہ موقف پہلے موقف کے بلکل برعکس اور مخالف ہے۔ اگر پہلے موقف کو صحیح مانا جائے تو یہ دوسرا موقف باطل ہو جاتا ہے اور اگر اس دوسرے کو صحیح مانا جائے تو پہلے کا موقف باطل ہو جائے گا۔ پھر اس پہلے موقف کی تائید میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی گئی ہے جس میں ہے کہ ''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی رؤیت کو اھل مدینہ کے لئے معتبر نہیں مانا''۔اس سے اس بزرگ نے یہ ثابت کیا کہ جہاں مطلع ایک نہ ہو وہاں کا چاند دوسروں کے لئے نہیں ہے صرف اسی جگہ کے لئے ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں اختلاف مطلع یا اتحاد مطلع کا کوئی ذکر ہی نہیں کہ کیا معتبر ہے کیا معتبر نہیں لہٰذا یہ حدیث اختلاف مطلع کی بحث سے

خارج ہے اور جس نے بھی اس کو اختلاف مطلع کی دلیل بنایا ہے وہ کم علم اور ناواقف ہے۔ دوسری بات یہ ہے اس حدیث پر تمام محدثین نے اختلاف مطلع کا باب نہیں۔ یہ باب قائم کیا ہے کہ ہر بلد کی اپنی اپنی رؤیت ہے وہ کسی دوسرے شہر کے لئے نہیں ہے اور بہت علماء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اور اس کے شاگر عکرمہ کو اسی مذہب کا قائل لکھا ہے جبکہ مسئلہ اختلاف مطلع اور ہے اور یہ مسئلہ اور ہے۔ پھر اسی کتاب میں (دامانوی صاحب، ص:۷) پر ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کے ارشاد چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر کھولو' سے مراد خاص ہر بستی ہر شہر والے ہیں اور وہی اس فرمان کے مخاطب ہیں۔ اس کے بعد پھر اپنے اس موقف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دور دراز کی رؤیت کا اعتبار نہیں کیا بلکہ مدینہ کے لیے وہیں کی رؤیت کا اعتبار کیا۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شام کی رؤیت کو اس لئے نہیں مانا کہ انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ ایک حدیث ان الفاظ سے روایت کی ہے ''رمضان سے پہلے روزہ مت رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو۔'' (رواہ الترمذی) اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی رؤیت کو قبول نہ کرتے ہوئے جو فرمایا تھا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے یہی حدیث مراد تھی کہ چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو اس سے انھوں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسری جگہ کی رؤیت کو مت قبول کرو اس میں کسی بعید و قریب کی مسافت کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے اور اس سے یہ مطلب نکالنا کہ آپ ﷺ نے اس میں فرمایا کہ جہاں مطلع ایک ہو قبول کرو اور جہاں مطلع ایک نہ ہو قبول نہ کرو غلط ہے۔ یعنی اس میں قطعاً کوئی دلیل نہیں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شام والوں کی رؤیت کو اس لئے قبول نہیں کیا کہ مدینہ اور شام کا مطلع جدا جدا ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ سائل کے سوال میں جب اس نے کہا کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت کو آپ تسلیم نہیں کرتے یہ نہ کہتے ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا ہے بلکہ یوں کہتے کہ ان کی رؤیت سر آنکھوں پر مگر وہ

ہمارے لئے نہیں اس لئے کہ ان کا مطلع اور ہے اور ہمارا اور ہے۔ وہ مطلقاً معاویہ کی رؤیت کی عدم قبولیت کی بات نہ کرتے کیونکہ ان کے مطلقاً یہ کہنے سے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم دیا۔ سننے والے نے یہ سمجھا کہ ہر بلد ہر بستی کی اپنی رؤیت ہے خواہ مطلع ایک ہو یا الگ الگ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ان ظاہری الفاظ سے تمام محدثین نے یہ مفہوم سمجھا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ہر شہر کی اپنی رؤیت ہے نہ یہ کہ اھل شام کے چاند کا مطلع اور ہے ہمارا اور ہے۔اسی لئے کسی محدث نے بھی اس حدیث پر اختلاف مطلع کا باب نہیں قائم کیا۔علامہ ناصر صاحب نے ان تمام محدثین کی فہرست دی ہے جنھوں نے اس حدیث کو اسی باب کے تحت روایت کیا ہے۔ان تمام محدثین کا اجماع و اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے اختلاف مطلع کی بحث نکالنا اور اس کو اسکی دلیل قرار دینا باطل و بے بنیاد بات ہے۔لہٰذا اس کتاب کے ص ا پر جو یہ عبارت درج ہے کہ البتہ جن جن شہروں کا مطلع ایک ہی ہے اور چاند ان شہروں میں عموماً ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں با آسانی نظر آجاتا ہے تو اگر ان میں سے کسی شہر میں بادلوں کی وجہ سے چاند نظر نہ آسکا تو دوسرے شہر کے چاند کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔یہ بات لغو اور باطل ہے۔مؤلف حضرت عبدالوکیل ناصر صاحب نے اپنی پوری کتاب میں یہی تضاد بیانی اور ایک دوسرے کے برعکس موقفوں اور مذاہب کو ایک بنا کر پیش کیا ہے۔حالت یہ ہے کہ اس بیچارے کو پتہ ہی نہیں کہ فلاں موقف کیا ہے اس کی دلیل کیا ہے اور کسی دوسرے موقف سے کیا مراد ہے اور اس کے اوپر کیا نتیجہ مرتب ہوگا۔اس علامہ کی پوری کتاب اسی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے گرد گھومتی ہے۔کبھی اس سے ہر بستی ہر شہر کی الگ الگ رؤیت کو ثابت کرتے ہیں کبھی اس کو اختلاف مطلع کی دلیل بنا کر لے آتے ہیں۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی توجیہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور ان کے اس رؤیت کو نہ ماننے کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم ص ۲۱۱ ج ۴ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث پر یہ عنوان کہ ہر بلد کی اپنی رؤیت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے موافق ہے اور اس مسئلے میں ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت سب لوگوں کے لئے نہیں بلکہ یہ وہاں تک

محدود ہوگی جہاں تک نماز قصر کی مسافت ہے اس کا وہاں تک اعتبار ہوگا اس کے آگے نہیں اور ہمارے مذہب کے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جہاں تک مطلع ایک ہوگا وہاں یہ رؤیت معتبر ہوگی اور جہاں پر مطلع مختلف ہو جائے گا وہاں یہ رؤیت معتبر نہیں ہوگی اور ہمارے بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ایک ملک کی رؤیت اس پورے ملک کے عوام اور شہروں کے لئے ہے۔ دوسرے ملک والوں کے لئے نہیں اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ رؤیت تمام روئے زمین کے لئے ہوگی۔ اور اگر یہ بات صحیح ہو تو ہم کہیں گے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس شہادت کو اس لئے قبول نہیں کیا کہ وہ ایک آدمی کی شہادت تھی لیکن اس حدیث کا ظاہر اس قول کی تائید نہیں کرتا بلکہ انہوں نے اس لئے اس کو رد کیا کہ وہ دور کی خبر تھی۔ یہ ہے امام نووی رحمہ اللہ کا بیان جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح و توجیہات میں انہوں نے ذکر کی ہیں۔ صرف شافعیوں کے مذہب کے کتنے اس میں اقوال ہیں یہ سب اس لئے ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول کی وضاحت نہیں کی جو انہوں نے کہا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی کیا مراد ہے چونکہ یہ واضح نہیں اس لئے اس کی توجیہ میں یہ سب اقوال آ گئے ہیں اور اس حدیث پر جو عنوان ہے یعنی ہر بلد کی اپنی رؤیت ہے اس کو بھی اس بات کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ ایک شہر کی رؤیت کسی دور کے شہر میں قبول نہیں ہوگی اور اگر کوئی شہر قریب ہو تو اس کے لئے یہ رؤیت ہوگی اس لئے اس باب کے عنوان میں لما بعد عنہم کے الفاظ زیادہ کئے گئے ہیں۔ مگر شہروں کے قرب اور ان کے بعد کی کیا حد ہے اس حدیث کے باب میں اُسکا کوئی تعین نہیں کیا گیا اس لئے کسی نے مسافت قصر کہا، کسی نے ایک ملک کی رؤیت کو اپنے تک محدود رکھا یہ سب کچھ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابہام کی وجہ سے ہوا اور امت مسلمہ آٹھ مختلف مذاہب میں تقسیم ہوگئی سب کی دلیل یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس لئے ائمہ اربعہ اور ان کے جمہور مقلدین نے ایک جگہ کے چاند کو عمومیت کا حکم دیا اور اس کو سب کے لئے مقبول کہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو اس میں ابہام کی وجہ سے ترک کر دیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جسکو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے اس کو حجت بنا کر یہ کہا کہ ایک

علاقے کے مسلمانوں کی رؤیت سب علاقوں کے مسلمانوں کے لئے بھی ہوگی بشرط بلوغ الخبر ۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سنن ترمذی کتاب الصیام باب ۵ میں ہے۔اس میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان سے پہلے روزہ مت رکھو بلکہ چاند دیکھ کر روزہ رکھواور دیکھ کر کھولولیکن اگر چاند دیکھنے میں کوئی چیز رکاوٹ بنے جیسے بادل وغیرہ تو مہینے کے تیس دن پورے کرو۔اس مضمون کی حدیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے جیسے ابوھریرہ، ابوبکرہ ،ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے سنن میں روایت کیا ہےاس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

''تمہارا روزہ اس دن ہے جس دن تم روزہ رکھواور افطار کا دن وہ ہے جس دن تم افطار کرو اورتمہاری قربانی کا دن وہ دن ہے جس دن تم قربانی کرو''۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعض اھل علم نے اس حدیث کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس کا روزہ ،افطاراور قربانی یہ سب عبادتی امورانفرادی نہیں اجتماعی ہیں۔امام ترمذی رحمہ اللہ کی نقل کردہ تفسیر سے أئمہ اربعہ کے موقف والوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس اجتماعیت سے مراد کسی خاص شہر یا خاص ملک یا خاص قوم کی اجتماعیت نہیں بلکہ قومی اجتماعیت ہے چونکہ تمام مسلمان ایک قوم ہیں ملکوں یا علاقوں یا شہروں کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تمہارا روزہ اس دن ہے جس دن تم روزہ رکھو یہ خطاب کسی خاص شہر کے مسلمانوں کو نہیں پوری امت کو ہے اس لئے رمضان ہو یا عید کا چاند کسی خاص قوم یا خاص ملک کے لئے نہیں ہوگا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مسلم والی حدیث اس کے خلاف نہیں کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کو شام والوں کی رؤیت بروقت نہیں پہنچی انہوں نے اہل مدینہ کی اجتماعیت کے ساتھ روزہ شروع کیا تھا اب اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس کا اختتام بھی انہیں کے ساتھ کریں نہ کہ کسی اور کے ساتھ جو اس سے پہلے روزہ رکھ چکے ہوں کیونکہ اہل شام کے ساتھ اختتام رمضان میں اس وقت اجتماعیت ناممکن ہوچکی تھی کیونکہ شام جو ایک ماہ کے سفر پر تھا وہاں عید کب ہوگی ان کا رمضان انتیس کا ہوگا یا تیس کا یہ خبر اہل مدینہ کو بروقت کون لا کے دیتا تا کہ اہل مدینہ ان کے ساتھ رمضان تو نہیں

شروع کر سکے کم از کم عید میں تو ان کا ساتھ دیں۔ یہ بات اس وقت محال تھی اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی رؤیت پر عمل کرنے کو ضروری قرار دیا اور وہ اس کے سوا کر بھی کیا سکتے تھے۔ ہماری اس توجیہ کی تائید اور تصدیق آپ تب کر سکیں گے جب ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے مولیٰ کریب کی آپس کی گفتگو کو میں پیش کروں۔ جو یہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کریب نے یہ سوال کیا کہ آپ اپنے اہل مدینہ کی رؤیت پر عمل کو برقرار رکھنے کی بات کیوں کر رہے ہیں۔ آپ اس میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت کو کیوں قبول نہیں کر لیتے۔ کریب کے اس سوال سے ان کا مقصد کیا تھا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت پر عمل سے ان کی کیا مراد تھی۔ ان کی مراد جیسا کہ اس پوری گفتگوں سے ظاہر ہے یہ تھی کہ کیا آپ اہل شام کے ساتھ ان کی رؤیت پر عید نہیں کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں کیونکہ اس وقت عید میں ان کے ساتھ اجتماعیت کا کوئی امکان باقی نہیں رہا ایسی صورت میں ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنی رؤیت پر اور اپنے شہر والوں کے ساتھ اجتماعیت کی صورت میں عمل کریں۔

اس توجیہ پر محدثین کا باب بھی سمجھ آیگا جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے یعنی یہ باب ((لکل بلد رؤیتھم)) ہر بلد کی اپنی رؤیت ہے۔ کیا اس تبویب سے یہ مراد ہے کہ ایک بلد کی رؤیت دوسرے شہر تک بروقت پہنچ بھی جائے کسی قرب وبعد کی مسافت کے اعتبار کے بغیر تب بھی وہ معتبر نہیں ہوگی یا یہ مراد ہے کہ جب حالت یہ ہو جو یہاں اس حدیث میں مذکور ہے یعنی جب کسی بعید جگہ کی رؤیت کی خبر بروقت نہ پہنچے رمضان کے کچھ دن گزر جانے کے بعد پہنچے تو اس وقت دور والی خبر معتبر نہ ہوگی بلکہ اپنی جگہ کی خبر پر عمل ہوگا۔ اس کے اوپر رمضان کا اختتام ہوگا۔ اگر محدثین کی اس تبویب کا یہی مفہوم بیان کیا جائے اور اس تبویب کو ایسی ہی صورت پر محمول کیا جائے جو صورت یہاں مذکور ہے تو ایسی صورت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواب بھی برمحل ہوگا اور محدثین کی اس پر تبویب بھی برمحل ہوگی۔ اور ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے موقف اور اس حدیث پر قائم عنوان کے مابین کوئی اختلاف نہیں رہے گا۔ یہ توجیہ جو میں نے بیان کی ہے علماء کے اقوال اور فتاوے بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً ((الفقہ الاسلامی

و أدلتـــه)) کے مصنف نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ ایک آدمی ایسی جگہ سے سفر کرتا ہے جہاں پر چاند ہو چکا ہو اس نے روزہ رکھ لیا ہو اور جہاں پر جانا چاہتا ہے وہاں پر چاند اسکے بلد سے ایک دو دن بعد میں ہوا ہو تو یہ شخص انہیں لوگوں کے ساتھ عید کریگا اور جب تک وہ افطار نہ کریں یہ بھی نہیں کریگا کیونکہ ایسی صورت میں وہ انہیں لوگوں کی اجتماعیت کا ایک فرد ہوگا۔ اس کے اپنے روزے تیس ''۳۰'' سے تجاوز بھی کر جائیں تب بھی افطار نہیں کریگا۔ الفقہ الاسلامی کے مؤلف فرماتے ہیں وروی ان ابن عباس رضی اللہ عنہ((امر کـريبـا بذالك)) یعنی یہ بات مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کریب کو یہی فتوہ دیا تھا یعنی وہ بھی انہیں اہل مدینہ کے ساتھ روزے سے رہیں شام والوں کے ساتھ رکھے ہوئے روزوں کی گنتی پورے ہونے کے بعد افطار نہ کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد مطلقاً یہ ہوتی کہ ہر حال میں ہر شخص اپنی رؤیت کا پابند ہوگا خواہ چاند کی خبر بروقت بھی مل جائے تو کریب کو اپنی رؤیت کے اعتبار سے روزے پورے ہونے کے بعد افطار کر لینا چاہیئے تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس کو یہی مشورہ دیتے اگر ان کی مراد وہی ہوتی جو ہمارے مخالفین ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی توجیہ میں بیان کر رہے ہیں اور محدثین کے ابواب کو اپنے ظاہر پر محمول کر کے اس سے غلط حکم نکال رہے ہیں۔ ہمارے مہربان محقق عبدالوکیل ناصر صاحب نے محدثین کی اس حدیث پر تبویب کا جو ذکر کیا تو وہ سب کو پتہ ہے اور ہم بھی محدثین کی اس تبویب پر ان کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں مگر ایسی صورت میں جو اس حدیث میں مذکور ہے اور جو صورت حال الفقہ الاسلامی والے نے بیان کی ہے۔ اس سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں اور شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے یہ سوال ہوا کہ ہم سعودی عرب میں ہوتے ہیں وہاں چاند نظر آ جاتا ہے ہم روزہ شروع کر دیتے ہیں پھر ہم اپنے ملک لوٹتے ہیں وہاں سعودی عرب سے ایک دن بعد چاند دکھائی دیتا ہے ہم ایسی صورت میں کیا کریں؟ ہم وہاں اپنے ملک میں اکتیس ''31'' روزے رکھ کر ان کے ساتھ عید کرتے ہیں۔ کیا ہمارا یہ عمل صحیح ہے یا اس کی کوئی اور صورت ممکن ہے؟ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے جواب دیا تم کو ایسی صورت میں اپنے لوگوں کے ساتھ عید کرنا ہوگی اور ایک ساتھ روزہ افطار کرنا ہوگا اگرچہ

تمہارے روزے تیس دن سے بڑھ بھی جائیں۔ (فتاوی ونصائح ص ۳۷۳) شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتوی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی روشنی میں دیا ہے اور محدثین کی اس حدیث پر تبویب بھی ہماری توجیہ کے ساتھ اسی کی تائید کرتی ہے۔ خلاصہ بات یہ ہے کہ ایک جگہ کا چاند سب مسلمانوں کے لئے اس وقت ہے جس وقت اس کی اطلاع بروقت مل جائے اور ایسی صورت میں ان تمام لوگوں پر جن کو باہر کی اطلاع مل گئی ہو بغیر کسی قرب و بعد کی مسافت کے رمضان کا روزہ فرض ہو جائے گا اور پھر جس وقت عید کے چاند کی اطلاع مل جائے تو سب کو ایک دن ایک ہی تاریخ کو روزہ ترک کر کے عید کرنا ہوگی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث قطعاً ایسی صورت کو بیان نہیں کرتی۔ اس حدیث میں ایک دوسری صورت کا بیان ہے یعنی ایک شخص کسی جگہ پر قیام پزیر ہے وہاں پر چاند کے ہونے پر روزہ شروع کرتا ہے پھر دوران رمضان کسی ایسی جگہ پر جاتا ہے جہاں پر چاند ایک دو دن بعد دیکھا گیا تو اب وہ اسی جگہ کی رؤیت کا تابع ہوگا جہاں پر اب اس کا قیام ہے۔ اس لئے ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے مسلک کے مخالفین کو چاہے کہ وہ سلف سے ایسی کوئی دلیل لائیں جس میں یہ وضاحت ہو کہ ایک جگہ کے چاند ہو جانے کی اطلاع بروقت دوسری جگہوں تک پہنچ گئی ہو وہ اس کے بعد پھر بھی پابند نہ ہوئے ہوں اور حضرت عبدالوکیل ناصر صاحب اور علامہ حسن مدنی صاحب نے ابن ابی شیبہ کی ایک روایت کا حوالہ دیا ہے جس میں ہے بعض تابعین نے اہل استارہ کی رؤیت کو قبول نہیں کیا تھا۔ علامہ ناصر صاحب کے رسالہ (ص: ٦٨) میں یہ روایت یوں درج ہے "عبداللہ بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل استارہ نے چاند دیکھا اور قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ اور سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو وہ کہنے لگے کہ ہمیں اہل استارہ سے کیا واسطہ؟۔ اس روایت سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کو اہل استارہ کی خبر بروقت مل گئی تھی جس رات استارہ میں چاند ہوا فی الفور ان لوگوں تک اس کی خبر پہنچ گئی مگر انہوں نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اپنے چاند کی رؤیت کا انتظار کیا۔ ایسا اس میں تو نہیں اور اگر کوئی ایسی روایت کتب حدیث میں ہو تو نکال کر لائیں اور اس حدیث کے ظاہر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رمضان

کی اول یا دو تاریخ کے گزر جانے کے بعد ہی انکو یہ خبر ملی ہوگی کیونکہ یہ تو ہمارے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ قریب کی خبر معتبر ہے بعید کی معتبر نہیں تو ظاہر ہے کہ یہ خبر بعید کی ہوگی اور بعید کی خبر اس زمانے میں ایک یا دو دن گزر جانے کے بعد ہی عموماً پہنچتی تھی۔ اس لئے یہ روایت بھی مدعا کے خلاف ہے۔ مدعا یہ ہے کہ بر وقت خبر مل جانے کے بعد بھی اسکو قبول نہ کرنا اور اس دلیل میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ذکر ہے چاند کے ہو جانے کے بعد یہ خبر ملی۔ جس کی تاریخ واضح نہیں لہذا یہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر ابن عباس کی حدیث پر محدثین کی (لکل بلد رؤیتھم) ہر شہر کی اپنی رؤیت ہے کی تبویب سے غرض یہ ہوتی کہ روزہ رکھنے کے لئے علی الاطلاق شہر سے باہر کی رؤیت معتبر نہیں اور یہ خطاب عامہ امت کو نہیں بلکہ ہر شہر کے مکینوں کو علی الخصوص حکم ہے تو وہ ((لکل بلد رؤیتھم)) کا باب حدیث ((صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته)) پر باندھتے اور اس حکم کو اس حدیث سے ثابت کرتے نہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں عید کے چاند کے حکم کا بیان ہے رمضان کے چاند کا نہیں تو اس مسئلے کی وضاحت کے لئے ((صوموا لرؤیته)) پر یہ عنوان مناسب تھا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر نہیں۔ لہٰذا محدثین کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ وہ رمضان کے چاند کے حکم کو اس باب سے ثابت کرر ہے ہیں غلط ہوگا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی جو توجیہ ہم نے بیان کی ہے اور اس کے اوپر محدثین کے باب کی بھی تو اس کی مزید تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔ مشہور تابعی مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں عرفہ کے دن بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا ہوا تھا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مسروق رحمہ اللہ کے لئے ستو بناؤ اور اس میں میٹھا زیادہ ڈالنا مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے کہا میں نے آج اس لئے روزہ نہیں رکھا کہ ممکن ہے آج مکہ میں قربانی کا دن ہو عرفہ کا دن نہ ہو۔

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر فرمایا قربانی کا دن وہ ہے جس دن لوگ قربانی کریں اور افطار کا دن وہ ہے جس دن لوگ افطار کریں۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص ۲۵۲ ج ۴، اور مصنف

عبدالرزاق میں ہے)

اس موقعہ پر بی بی عائشہ ؓ نے فرمایا میں اگر آج روزے سے نہ ہوتی تو اس ستو کو کھا پی لیتی۔ اس روایت میں بی بی عائشہ ؓ کا موقف بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر دوسرے شہر کے چاند کی بروقت خبر نہ ملے تو ایسی صورت میں اپنے شہر کی رؤیت پر عمل جاری رکھنا ہوگا اور کسی دوسرے شہر کی خبر درمیان مہینے کے یا کچھ دن گزر جانے کے بعد ملے تو معتبر نہیں۔ یہ ہمارا مدعا ہے اس کے خلاف مخالفین کے پاس کچھ ہے تو لائیں ہم بلا کسی چوں و چراں کے قبول کرلیں گے۔ حضرت علامہ عبدالوکیل ناصر صاحب نے اپنی کتاب کے (ص:۷۰) پر عنوان لکھا ہے۔ اتفاق مطلع کی صورت میں وحدت رؤیت کا اعتبار ہے اور اختلاف مطلع کی صورت میں وحدت رؤیت کا اعتبار نہیں۔ اس کے اوپر ہمارا سوال یہ ہے کہ روزے کی فرضیت یا اس کے افطار میں چاند کا دیکھنا ضروری ہے یا آسمان پر چاند کا موجود ہونا بھی کافی ہوگا اگر ایک جگہ دیکھ لیا گیا دوسری جگہ پر باوجود موجود ہونے کے نہیں دیکھا جاسکا۔ اس میں شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے۔ ہم نے جو تمام احادیث کی کتابوں میں دیکھا ہے اور پڑھا ہے وہ چاند کی رؤیت ہے اور اس کے وجود کو جب تک نہ دیکھا جاسکے معتبر نہیں مانا گیا۔ احادیث کی تمام کتابوں میں روزے کی فرضیت اور افطار کے لئے یہی الفاظ وارد ہوئے ہیں۔((صوموا لرئویته و افطروا لرئویته)) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو۔ جب احادیث میں حکم چاند دیکھ کر اس کے اوپر عمل کرنے کا ہے تو آپ نے بغیر دیکھے چاند کو کیسے معتبر مان لیا۔ کیا اس کی کوئی دلیل ہے کہ علم ہیئت والے اگر کہیں کہ چاند فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک فلاں دن ضرور ہوگا کیونکہ یہاں مطلع ایک ہے کہ علم ہیئت والوں کی اس بات کو تسلیم کرلیا جائے اور اس کی بنیاد پر روزہ فرض کردیا جائے یا افطار کا حکم چاند دیکھے بغیر نافذ کردیا جائے اس کی کوئی دلیل شریعت اسلامیہ میں ہے تو لائے۔ حضرت علامہ ناصر صاحب نے ایسے چاند کے حجت ہونے کی قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں بیان کی صرف علماء کے فتاوی سے اس مسئلے کو ثابت کرنا چاہا ہے جو یقیناً بلا دلیل ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے کیونکہ شریعت نے رؤیت کو معتبر مانا ہے

آسمان پر چاند کے موجود ہونے کو بلا رؤیت شرعیہ تسلیم نہیں کیا گیا لہٰذا حضرت علامہ صاحب کا یہ عنوان کہ مطلع کے اتحاد والے ممالک میں ایک جگہ چاند بغیر دیکھے معتبر ہے بلا دلیل ہے لہٰذا مردود ہے۔ اختلاف مطلع معتبر ہونے یا نہ ہونے کی بحث متاخرین کی ایجاد ہے محدثین کی تمام احادیث کی کتابوں میں کہیں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ ایک بدعتی موقف ہے اور نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو اور اگر فضا غبار آلودہ ہو یا بادل ہو تو تیس دن پورے کرو۔ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر رمضان کی انتیس تاریخ کو چاند نظر نہ آئے لیکن علم ہیئت والوں نے اعلان کیا کہ آج فضا میں چاند موجود ہے مگر بعض وجوہ پر نظر نہیں آ سکتا تو ہیئت والوں کے اس اعلان پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ حدیث کی صریح نافرمانی ہوگی۔ جس میں یہ حکم ہے ایسی صورت میں تیس دن مہینے کے پورے کئے جائیں نہ کہ آسمان پر موجود چاند کو بلا دیکھے قبول کر لیا جائے اور اس میں دوسری بات یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ ہلال اس چاند کا نام ہے جو فضا پر موجود ہوا گرچہ نظر نہ بھی آیا ہو یا یہ نام اس چاند کا ہے جو دیکھا جائے اور اس کی تشہر ہوگئی ہو۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اختلاف مطلع ایک حقیقت ہے یعنی اس کا انکار ممکن نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مطلع ایک ہو تو روزہ لازم ہوگا اگر چاند نہ بھی دکھے اور اگر مطلع مختلف ہو تو ایک جگہ کا کسی دوسری جگہ میں معتبر نہیں ہوگا۔ شافعیہ میں سے ایک جماعت کا یہی موقف ہے اور یہی ان کے ہاں صحیح بھی ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے اور جس شخص نے اکیلے چاند دیکھا اور اس کی شہادت رد ہوگئی تو اس کو اپنی شہادت پر بھی روزہ لازم نہیں ہوگا اور کسی دوسرے پر بھی لازم نہیں ہوگا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے یہی قول نقل کیا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے کہ کوئی شخص اکیلا عرفات کا وقوف نہیں کر سکتا یعنی اکیلے اپنی شہادت پر یہ نہیں کر سکتا اور قربانی بھی نہیں کر سکتا۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس اختلاف کی بنیاد اس اصل پر ہے کہ ہلال کس چاند کا نام ہے کیا یہ آسمان پر موجود چاند کا نام ہے جو نہ دیکھا جا سکے یا دکھے بھی تو ایک دو آدمی کو دکھے یا یہ اس کا نام ہے جس کے ظاہر ہو جانے کی تشہیر ہو جائے تو قرآن و

سنت کی رو سے یہ اس چاند کا نام ہے جس کی تشہیر ہوگئی ہو اور وہ مخفی نہ رہا ہو۔ (فتاوی الکبریٰ ص ۴۵۸ ج ۴) اگر کوئی یہاں سوال کر لے کہ جب ایک یا دو آدمی کی شہادت پر اس چاند کو ہلال نہیں کہتے تو پھر نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کی شہادت کو کیسے تسلیم کر لیا اور فقہاء کا بھی یہ قول ہے کہ رمضان کے چاند کی شہادت ایک آدمی کی کافی ہے تو اس کا کیا جواب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک آدمی کی شہادت عدالت نے منظور کر لی اور چاند ہو جانے کا اعلان کر دیا تو اب اس چاند کی تشہیر ہوگئی اور ہر ایک تک یہ خبر پہنچ گئی کہ چاند ہو چکا ہے تو اب یہ چاند ہلال کہلائے گا۔ اور اگر ایک یا دو آدمیوں کی شہادت رد ہوگئی تو یہ رؤیت انھیں لوگوں تک محدود رہی اس لئے اس کی جب تشہیر ہی نہیں ہوئی تو وہ پردہ اخفاء میں رہا وہ باوجود اس کے کہ ہو چکا آسمان پر موجود ہوا مگر قبول نہ ہونے کی وجہ سے وہ کالعدم ہو گیا۔ اس مسئلے سے ثابت ہوا کہ شریعت اسلامیہ میں اس چاند کا اعتبار ہے جو موجود ہونے کے ساتھ تشہیر بھی پا چکا ہو خالی اس کا آسمان پر موجود ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اس کا تشہیر کے بغیر کوئی حکم نہیں۔ اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ یہ قول کہ اتحاد مطلع والا چاند بغیر دکھے بھی قبول ہے باطل قول ہے۔ جب ایسے چاند کا حکم اس کے اپنے دیکھنے والے کے لئے بھی معتبر نہیں تو امت مسلمہ کے لئے بغیر دیکھے جانے والا چاند فقط مطلع کے اتحاد کی دلیل سے کیسے معتبر ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضرت علامہ ناصر صاحب نے اس باب میں جو بھی علماء کے اقوال نقل کئے ہیں وہ سب بلا دلیل ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ علماء ھیئت نے آج تک اتحاد مطلع کی حد بندی نہیں کی جس کے اوپر یقین کامل کیا جا سکے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ملک شام کا مطلع اہل مدینہ سے مختلف ہو اس کی دلیل بھی آج تک کوئی نہیں دے سکا۔ جن فقہاء کا مسلک مطلع کے اتحاد کے حوالے سے اس کے اعتبار کا ہے انہوں نے بلا دلیل یہ کہ دیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی رؤیت کو رد اختلاف مطلع کی وجہ سے کیا تھا جو ایک بلا دلیل بات ہے اور فقط ظن و گمان پر مبنی ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ چاند کے مشرق و مغرب کے اعتبار سے اختلاف مطلع واضح ہے مگر شمال اور جنوب کے اعتبار سے مدینے اور شام کے مابین جو مسافت ہے اس کے مطلع کا

اختلاف ایک غیر یقینی امر ہے کیونکہ چاند مغرب میں طلوع ہوکر جب افق پر کھڑا ہوگا تو شمالاً وجنوباً اس پوری پٹی پر اس کا نمودار ہونا ایک قیاس اور معقول امر ہے اس لئے علماء اسلام وفقہاء کرام میں سے علامہ صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے کہا ہے:

((والاقرب لزوم اهل بلد الرؤية وما يتصل بها من الجهات التي على سمتها))(فتح العلام ص ٦٩٠ ج ٢)

یعنی ''علماء کے اختلاف میں اقرب بات یہ ہے کہ چاند کی رؤیت اسی شہر تک محدود ہوگی جہاں چاند ہوا ہوا اور اس شہر کی پوری پٹی پر جو اس کی سمت میں ہونگے''۔

اور شام و مدینہ ایک ہی سمت میں واقع ہیں کیونکہ شام مدینہ سے سیدھا شمال میں واقع ہے اور یہ یاد رہے کہ نواب صاحب نے فتح العلام میں چاند کے طلوع کو اسی جگہ تک محدود رکھنے کو اقرب کہا ہے جہاں وہ طلوع ہوا ہو (ص:۳۳۱، ج،۱) مگر الروضہ الندیہ میں انہوں نے اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ کسی ایک جگہ کا چاند سب مسلمانوں کے لئے ہے وہ جہاں کہیں بھی رہتے ہوں۔ اور حضرت علامہ نے (ص: ۷۲) میں لکھا ہے کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول ((هكذا امرنا رسول الله)) پر لکھا ہے کہ ہمارے علماء کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ حدیث مرفوع کی تشریح اور وضاحت ہیں اور اس پر دلیل ہیں کہ جب شہر دور دراز کے ہوں جیسے شام اور حجاز کا بعد تو ہر بلد پر واجب ہے کہ وہ اپنی رؤیت پر عمل کرے۔ اس کے بعد حضرت علامہ نے (ص:۷۳) میں لکھا ہے کہ یہ قول ایک بڑے صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے اور صحابہ میں اس کا کوئی مخالف نہیں۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ ہم بھی مانتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے نتیجے میں ہے مگر یہ حکم کس وقت اور کس چاند کے متعلق ہے کیا یہ رمضان کے چاند کے متعلق ہے تو ظاہر ہے اس کے متعلق نہیں بلکہ عید کے چاند کے متعلق ہے اور پھر ایسی صورت کے متعلق ہے جو بیان ہوئی اس لئے اس کو رمضان کے چاند کے معلق کرنا اور اس مخصوص واقعے سے مطلقاً یہ ثابت کرنا کہ ہر حال میں چاند اسی جگہ پر معتبر ہوگا جہاں پر دیکھا گیا

ہوصریح ظلم اور غلط بیانی ہے اور حضرت علامہ کا یہ قول کہ اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا صحابہ میں سے کوئی مخالف نہیں تو ہم کہتے ہیں واقعی کوئی مخالف نہیں مگر کب اور کس وقت کا یہ حکم ہے اور جس وقت کا یہ حکم ہے اس کا واقعی کوئی مخالف نہیں۔ اور حضرت علامہ صاحب (ص:٦٨) میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر واحد کی بنا پر کریب کی شہادت کو رد کیا تھا۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی صرف دعوی بلا دلیل ہے اور کچھ بھی نہیں وہ صحابی تھے کوئی نہیں تھے کہ خبر واحد کو ظنی بنانے لگیں نیز کریب چاند دیکھنے میں اکیلے نہیں تھے جس کی وضاحت حدیث میں موجود ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ یہاں ایک اکیلی شہادت کو رد کرنا کوئی مسئلہ نہیں بلکہ یہ بعض صحابہ سے بھی ثابت ہے۔ ابورجاء ابوقلابہ سے بیان کرتے ہیں کہ دو شخص مدینہ منورہ آئے انہوں نے راستے میں شوال کا چاند دیکھ لیا تھا اور لوگ مدینہ میں چاند نہ نظر آنے کی وجہ سے روزے سے تھے تو یہ دونوں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا تم نے روزہ رکھا ہے ایک نے کہا نہیں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں اس نے کہا اس لئے کہ میں نے چاند دیکھ لیا تھا تو روزہ کیسے رکھتا دوسرے سے پوچھا کیا تو نے روزہ رکھا اس نے کہا ہاں امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ میں نے روزہ رکھ لیا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں اس نے کہا اس لئے کہ لوگ روزے سے تھے تو میں نے انکی اتباع میں روزہ رکھ لیا یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا جس نے روزہ نہیں رکھا تھا اگر یہ شخص تمہارے ساتھ شہادت نہ دیتا کہ اس نے بھی چاند دیکھا ہے تو میں تمہارے روزہ ترک کرنے کا تم کو مزہ چھکا تا (اتحاف المسلمین ص۱۹۲ ج۲) مؤلف الشیخ عبدالعزیز، محمد السلمان، الشیخ عبدالعزیز نے کہا عمر رضی اللہ عنہ نے روزہ ترک کرنے والے کو اس لئے معاف کر دیا کہ اس کے ساتھ دوسرا شاہد موجود تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی عید کے چاند میں ایک کی شہادت ناکافی سمجھتے اور کم از کم دو آدمی کی شہادت ضروری سمجھتے تھے لہٰذا علماء مسلمین میں سے جس کسی نے یہ کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کریب کی شہادت کو اس لئے رد کیا تھا کہ وہ خبر واحد تھی تو وہ غلط نہیں اس کی بھی صحابہ میں مثالیں موجود ہیں۔ اور حضرت علامہ کا یہ کہنا کہ یہ کریب کی اکیلی شہادت نہیں تھی بلکہ اور لوگ بھی اس میں شامل تھے جیسا کہ حدیث

میں مذکور ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت والا حدیث میں تو اس کریب کی ہی شہادت مذکور ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے تو اس وقت کوئی دوسرا اس کا شاہد نہیں تھا اور رہے دوسرے اہل شام کے چاند دیکھنے والے تو ان کی شہادت بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے یہی۔ اکیلے کریب ہی دے رہے تھے یہ خبر واحد نہیں تو کیا ہے۔ اور حضرت علامہ صاحب نے اپنی کتاب میں چاند کی رؤیت کی دو قسمیں کی ہیں۔ (ص:۵۴۳) پر لکھا ہے کہ: خواہ یہ رؤیت حقیقی ہو یا حکمی۔ یعنی ایک مسلمان خود چاند دیکھے یا وہ جس جگہ رہتا ہے وہاں کے رہنے والوں میں سے کوئی چاند دیکھے پہلی صورت میں تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے حقیقت میں چاند دیکھا ہے۔ اور دوسری صورت میں کہا جائے گا کہ وہ چاند دیکھے کے حکم میں ہے۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص ایسی جگہ رہ رہا ہے جہاں مطلع کے اختلاف یا کسی اور سبب سے چاند نظر ہی نہیں آیا تو وہاں نہ ہی رؤیت ہلال حقیقی ہے اور نہ حکمی پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ ۱۸۵)﴾ ''جو تم میں سے مہینے کو پائے تو اس کا روزہ رکھے''۔ کے حکم میں داخل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رؤیت حقیقی تو جیسا کہ ظاہر ہے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ((صوموا لر ؤیته)) سے ثابت ہے مگر رؤیت حکمی کی کونسی دلیل آپ دیں گے۔ آپ نے جو دلیل اس حکمی رؤیت کی دی ہے اس میں قرب کا ذکر کہاں ہے کیونکہ اگر ایک مسلمان خود چاند نہیں دیکھتا اس کو کوئی دوسرا قریب کا ہو یا دور کا آ کر خبر دیتا ہے تو یہ رؤیت بھی اصطلاح عام میں حکمی رؤیت ہوگی اس کو آپ حکمی رؤیت کی تعریف سے خارج نہیں کر سکتے۔ رہا اس کا شریعت اسلامیہ میں درجہ قبولیت کا ہے یا نہیں تو اس کی الگ دلیل چاہیئے جو آپ کے پاس نہیں سوائے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے آپ پھر اسی کو یہاں لا کھڑا کریں گے مگر وہ بھی آپ کو مفید نہیں جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی۔ اور پھر آپ یہ بھی تو بتائیں کہ آپ نے اتحاد مطلع والے علاقوں کے چاند کو معتبر کہا ہے جو ایک جگہ میں ہو دوسری میں نہ ہوا یسے چاند کی رؤیت حقیقی ہے یا حکمی جبکہ یہاں رؤیت سرے سے ہی نہیں تو جب یہ نہ حقیقی رؤیت ہے نہ حکمی تو پھر اس کے اوپر حکم کیسے مرتب ہوگا۔ اور اگر آپ یہ فرمائیں کہ یہ رؤیت حکمی کے حکم میں داخل ہے

کیونکہ یہاں اتحاد مطلع کی وجہ سے حکما ان علاقوں میں چاند کا ہونا تسلیم کر لیا گیا ہے تو ہم عرض کریں گے کہ حضرت والا ہم بھی دور والے چاند کو حکما تسلیم کرتے ہیں اگر چہ وہ ہماری سرزمین میں موجود نہیں ہوتا کیونکہ حدیث ((صوموا لرؤیتہ)) میں کسی علاقے کسی ملک کسی قوم کی رؤیت کا ذکر نہیں بلکہ عمومی رؤیت اور قومی رؤیت کی شہادت کا اس میں ذکر ہے تو جس وقت کسی جگہ حقیقی رؤیت ثابت ہو جاتی ہے تو دوسرے علاقوں کو اس میں حکما شامل کر لیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر آپ کے ہاں اتحاد مطلع کے علاقوں میں مطلقاً رؤیت نہ ہونے کے بعد قبول ہے رؤیت حکمی کی دلیل سے تو دور کی خبر بھی اسی حکمی شہادت میں لامحالہ شامل ہوگی اور دونوں کا حکم ایک ہوگا۔ اس طرح اس رؤیت کی خبر پانے والا آیت قرآن کی آیت میں داخل ہوگا۔ کیونکہ اس آیت کا معنی ہے جو پائے تم میں رمضان کو تو اس میں روزہ رکھے اور ایسے شخص نے حکما رمضان کو پا لیا ہے۔ لہٰذا اس کے اوپر بھی روزہ فرض ہوگا۔ اور حضرت علامہ کی اپنی کتاب کے (ص:۸۸) میں لکھا ہے کہ شیخ عیثمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مطالع ایک ہوں تو شہروں کا حکم بھی ایک ہوگا۔ یعنی ایک کا چاند دیکھنا دوسرے کے لئے بھی معتبر ہوگا اور جب اختلاف ہوگا تو ہر شہر کا حکم الگ ہوگا۔ ایسی بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اختیار کی ہے اور یہ کتاب وسنت کے ظاہری دلائل ہیں اور قیاس کا تقاضا بھی ہے۔ اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ شیخ عیثمین نے جو اتحاد مطالع کی دلیل دی ہے بعینہ وہی دلیل اختلاف مطالع کے اعتبار کرنے والوں کی بھی ہے ولافرق اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قطعا یہ موقف نہیں جو اس حضرت نے بیان کیا ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مجموع الفتاوی میں صاف الفاظ موجود ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: فالصواب فی ھذا واللہ اعلم۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مادل علیہ قولہ:الصوم یوم تصومون و فطر کم یوم تفطرون و اضحاکم یوم تضحون فاذا شھد شاھد لیلۃ الثلاثین من شعبان انہ رآہ بمکان من الامکنۃ قریب او بعید وجب الصوم و کذالک اذا شھد بالرئویۃ نھارتلک اللیۃ الی الفروب فعلیھم امساك مابقی سواء کان من اقلیم او اقلیمین))(مجموع

الفتاوی ص ۱۰۵ ج ۲۵)

اس مسئلے میں صحیح بات یہ ہے کہ جب چاند کی شہادت شعبان کی تیس تاریخ کو آ جائے تو روزہ فرض ہو جائے گا خواہ یہ شہادت قریب سے آئے یا دور سے اسی طرح اگر شوال کے چاند کی شہادت تیس تاریخ میں دن کے وقت کسی وقت بھی آ جائے تو روزے کو رات تک برقرار رکھنا فرض ہوگا خواہ یہ شہادت اپنے ملک کی ہو یا کسی دوسرے ملک کی۔

اور اس حضرت علامہ نے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے اس کا حوالہ انھوں نے الاختیارات الفقھیہ اور مجموع الفتاوی کا دیا ہے اور المجموع الفتاوی میں وہی ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے اور اختیارات الفقھیہ مئولفہ ابوالحسن علی بن محمد ابن عباس البعلی میں یہ الفاظ ہیں۔

((تختلف المطالع باتفاق اهل المعرفة بهذا فان اتفقت لزمه الصوم والافلا وهوالاصح للشافعية و قول فی مذهب احمد ومن رأی هلال رمضان وحده وردت شهادته لم یلز مه الصوم ولاغیره ونقله حنبل عن احمد فی الصوم و کما لایعرف و لایضحی و حده والنزاع مبنی علی اصل وهوان الهلال اسم لمایطلع من السماء وان لم یشتهر اولا یسمی هلالا الا بالاشتهار وانطمور کما یدل علیه الکتاب والسنة)) (الفتاوی الکبریٰ مع الاختیارات الفقهية ص۴۵۸ ج ۴)

یہاں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے علماء کے مذاہب کو بیان کیا ہے اپنا راجح قول نہیں ذکر کیا ان کا راجع قول یہی ہے جو مجموع الفتاوی میں ہے اور اس علامہ نے مجموء الفتاوی کا حوالہ دیا ہے مگر نہ اس کی عبارت نقل کی ہے نہ اس کا صحیح ترجمہ دیا ہے جس کی وجہ سے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی طرف ایک غلط قول منسوب ہو گیا ہے۔ اور حضرت علامہ نے اپنے قول کی ترجیح میں لکھا ہے کہ یہ کتاب وسنت کے ظاہری دلائل ہیں اور قیاس کا تقاضا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں نہ آپ کے اس قول پر قرآن وسنت کے ظاہری دلائل ہیں اور نہ

یہ قیاس کا تقاضا ہے۔

اس کے بعد (ص:۹۸) حضرت علامہ نے لکھا ہے کہ کتاب اللہ سے دلیل یہ ہے کہ: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ ۱۸۵)﴾ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو ماہ صوم کو نہ پائے وہ روزہ نہ رکھے۔ ماہ صوم کو پانا دو طرح ہے یا تو چاند نظر آئے یا پھر شعبان کے تیس دن مکمل کیئے جائیں۔اب اگر کوئی کسی جگہ رہتا ہے جہاں اختلاف مطلع کی وجہ سے نہ تو شعبان کی ''۲۹'' تاریخ ہے اور نہ رؤیت ہلال ممکن ہے تو وہاں کے رہنے والوں نے ماہ صیام پایا ہی نہیں تو پھر ان پر روزہ کیسے واجب ہو سکتا ہے؟۔ سنت میں بھی اس طرح کی دلیل ہے ((اذا رائیتموہ فصوموا)) (بخاری) مفہوم حدیث یہ ہوا کہ جب ہم چاند نہ دیکھیں روزہ رکھنا لازم نہیں ہوگا اور نہ افطار۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ آپ نے چاند کے نظر آنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ چاند کس طرح نظر آئے رؤیت کی آپنے دو قسمیں لکھی ہیں حقیقی اور حکمی اور جس علاقے کا آپ نے لکھا ہے چاند ہی نہ ہو تو انھوں نے رمضان کو پایا ہی نہیں۔ ہم یہ عرض کرتے ہیں صحیح ہے کہ یہاں چاند حقیقی رؤیت سے نہیں پایا گیا لیکن باہر کی شہادت سے رؤیت حکمی سے تو چاند ثابت ہو چکا جیسا کہ آپنے اتحاد مطالع کے علاقے کے ملکوں میں ایک جگہ کے چاند کو دوسری اس جگہ میں جہاں اس کی رؤیت حقیقی نہیں ہوئی رؤیت حکمی سے موجود مان لیا۔لہٰذا آپکا یہ کہنا کہ جہاں چاند ہوا ہی نہیں روزہ کیسے فرض ہوگا لغو اور باطل ہے کیونکہ یہاں بھی بقول آپ کے چاند ثابت ہو چکا پھر اس کے ثابت نہ ہونے کا مطلب کیا ہوا۔لہٰذا ایسی صورت میں ایسی جگہ کا آدمی قرآن کریم کی آیت: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ ۱۸۵)﴾ میں حقیقت رؤیت سے نہ سہی حکمی رؤیت کے حکم میں تو شامل ہو گیا۔جس سے آپکو بھی کلی اتفاق ہے۔اور آپ نے فرمایا ہے کہ حدیث ((اذا رائیتموہ فصوموا)) کا بھی یہی تقاضا ہے۔ہم عرض کرتے ہیں کہ واقعی اس حدیث کے حکم کا یہی تقاضا ہے مگر پھر بھی مسئلہ رؤیت پر آکر ہی ٹھیرا اور یہاں رؤیت حکمی تو ثابت ہو چکی اس لیے یہ حدیث بھی ہماری دلیل ہوئی نہ کہ آپکی۔

حضرت علامہ نے فرمایا ہے اور قیاسی دلیل اس طرح ہوئی کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امساک یعنی سحری کھانے سے رک جانا اور افطار میں ہر شخص اپنے ہی شہر کے طلوع فجر اور غروب آفتاب کا اعتبار کرتا ہے کہیں جلدی اور کہیں دیر میں تو جب امساک وافطار یومی میں اپنا ہی اعتبار ہے تو پھر صوم وافطار شہری میں بھی ہر کوئی اپنے ہی شہر کی رؤیت کا عتبار کریگا۔ (ص:۸۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ آپکی یہ دلیل اس مذہب کی دلیل تو بن سکتی ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہر بلد کی اپنی ہی رؤیت ہے چاند کا مطلع ایک ہو یا الگ الگ کسی دوسری جگہ کی رؤیت قطعاً قابل قبول نہیں ہے اور یہ دلیل اس مذہب کے خلاف پڑتی ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ اپنے شہر کی رؤیت کے ساتھ ہر اس جگہ کی رؤیت بھی معتبر ہوگی جہاں دونوں جگہوں کا مطلع ایک پڑتا ہے اور آپ بھی اسی مذہب کے قائل ہیں اس صورت میں آپ کا اس دلیل سے یہ مذہب باطل ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت علامہ نے لکھا ہے کہ علماء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ رمضان کے روزوے میں ابتداء وانتہاء چاند دیکھ کر ہی ہوگی کیونکہ چاند کے مطالع مختلف ہوتے ہیں اس چیز کا علم رکھنے والے اس کو جانتے ہیں اور جب مطلع مختلف ہوگا تو ہر شہر کی اپنی رؤیت کے اعتبار کا حکم ہوگا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اختیار کردہ یہی قول ہے اور ان کا استدلال: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ اور: ((اذا رائیتموہ فصوموا واذا رئیتموہ فافطروا)) سے ہے (ص:۸۹) حضرت علامہ صاحب اس کے متعلق عرض ہے کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا قطعاً یہ موقف نہیں ہے ابھی میں نے مجموع الفتاوی سے ان کا قول نقل کیا ہے۔ اس حضرت نے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے فتاوی کی عبارت کے جس مقام سے یہ اقتباس پیش کیا ہے وہ ہمارے اس مسئلے سے متعلق نہیں ہے یعنی یہ مسئلہ کہ ایک جگہ کے چاند کا حکم وہیں تک محدود رہگا جہاں پر وہ طلوع ہوا یا دوسری تمام جگہوں وعلاقوں کے لئے بھی ہوگا جہاں تک اس کی اطلاع پہنچے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس مقام پر جس کا اس حضرت نے حوالہ دیا ہے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے چاند دیکھا دوسرے کسی نے نہیں دیکھا کیا وہ رمضان کا چاند ہو تو روزہ رکھے اور اگر

شوال کا ہوتو کیا اپنی رؤیت پر افطار کر لے یا ان دونوں باتوں میں دوسرے مسلمانوں کا ساتھ دے اور اپنی رؤیت پر عمل نہ کرلے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں علماء کے تین قول ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی تین روایتیں مروی ہیں۔اس میں تیسرا قول یہ ہے کہ ایسا شخص لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور انھیں کے ساتھ افطار کرے اپنی انفرادی رؤیت پر عمل نہ کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا روزہ لوگوں کے ساتھ ہے افطار بھی لوگوں کے ساتھ ہے اور تمہاری قربانی بھی لوگوں کے ساتھ ہونی چاہیئے۔اس مسئلے کا اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام شرعیہ کو لفظ ہلال کے ساتھ مشروط کیا ہے جیسے روزہ ہے روزے کا افطار ہے اور قربانی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ سے پہلی کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دیجئے یہ لوگوں کے اوقات کے تعین کے لئے ہیں اور حج کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے اُھلہ کو لوگوں کے اوقات کی تعین اور حج کے وقت کی تعین کے لئے مقرر کیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینے کو روزے کے ساتھ خاص کیا ہے۔اس بات پر مسلمین کا اتفاق ہے اور اس بات پر لوگوں کا اختلاف ہے کہ ہلال یعنی پہلی کا چاند اس کا نام ہے جو آسمانی فضا میں موجود ہو اگرچہ لوگوں نے اس کو نہ دیکھا ہو اسی سے نئے مہینے کی ابتداء ہو جاتی ہو یا ہلال اس چاند کا نام ہے جو لوگوں کو دکھائی دے اور لوگوں میں اس کی تشہیر ہو اس میں لوگوں کے دو قول ہیں وہ گروہ جو یہ کہتا ہے کہ ہلال اس چاند کا نام ہے جو آسمانی فضا میں موجود ہو اگرچہ اس کی تشہیر نہ ہوئی ہو اِکا دُکا آدمی اس کے طلوع کا دعویدار ہوں زیادہ لوگ نہیں۔اس گروہ کا یہ کہنا ہے کہ جس شخص نے اکیلے چاند دیکھا اس کے حق میں رمضان داخل ہو گیا اور جس رات میں اس نے چاند دیکھا وہی رات اس کے رمضان کی ابتداء ہے۔ اگرچہ کسی دوسرے کو اس کی خبر نہ ہو یہ گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر کسی دوسری جگہ سے اطلاع آئے کہ چاند ہو گیا تھا تو اس کے چھوڑے ہوئے روزوں کی بھی اس پر قضا ہو گی۔شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیاس اور عقل کا یہ تقاضا ہے کہ افطار میں بھی یہی حکم ہو اور قربانی کے مہینے میں بھی لیکن اس کا میں نے کوئی قائل نہیں دیکھا کہ اکیلا آدمی اپنی اکیلے کی رؤیت پر اکیلا جا کر وقوف عرفہ کر لے اور اکیلا دوسرے دن قربانی

بھی کرلے اور اکیلا حج کے تمام ارکان سے فراغت حاصل کرلے۔ ہاں البتہ افطار میں اختلاف ہے کچھ قائل ہیں کچھ قائل نہیں اور اکثریت نے اس کو حج کے ساتھ ملحق کیا ہے اور کہا ہے کہ اکیلا آدمی اپنی رؤیت پر افطار نہ کرلے مسلمانوں کا ساتھ دے اور دوسرے یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ روزے کے ساتھ ملحق ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اکتیس روزے رکھنے کا حکم نہیں دیا اور ان لوگوں کا تضاد اور اختلاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مسئلہ بھی حج کی طرح ہو تو اس وقت کے چاند کا ہلال ہونا اس وقت معتبر ہوگا جب وہ شہرت پا جائے اور لوگوں میں اس کی خوب تشہیر ہو حتیٰ کہ اگر دس آدمی اس کو دیکھیں لیکن اس کی شہرت نہ ہو یا اس وجہ سے کہ ان کی شہادت رد کردی گئی یا اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کی شہادت ہی نہیں دی تو ان لوگوں کا حکم بھی تمام مسلمانوں والا ہوگا۔ تو جس طرح یہ اکیلے عرفات کا وقوف نہیں کریں گے، قربانی بھی اکیلے نہیں کریں گے اور عید کی نماز بھی اکیلے نہیں پڑھیں گے تو روزہ بھی مسلمانوں کے ساتھ ہی رکھیں گے۔ یہی معنی ہے اس حدیث کا تمہارا روزہ اس دن ہے جس دن تم روزہ رکھو اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ایسا آدمی تمام مسلمانوں کے ساتھ یہ اعمال کریگا موسم صاف ہو یا فضا غبار آلودہ ہو وہ اپنی رؤیت پر کوئی عمل بھی سرانجام نہیں دیئے گا۔ اس تفصیل پر مہینے کے احکامات بھی جدا جدا ہو جائیں گے یعنی کیا یہ مہینہ تمام اھل بلد کے لئے ثابت ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اسی چیز کے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ اس میں روزے کا حکم اس شخص کو ہے جو مہینے کو پائے اور مہینے کو پالینا یہ ہے کہ اس کی تشہیر تمام لوگوں میں ہو جائے تاکہ مہینے کا پایا جانا اور اس کا غائب ہونا سب کو معلوم ہو اور نبی کریم ﷺ کا فرمان جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب دیکھو کھولو اسی چیز پر دلالت کرتا ہے اور یہ خطاب پوری جماعت مسلمہ کو ہے اور جب پوری جماعت مسلمہ کو چاند کا علم ہی نہیں تو ان کے حق میں مہینے کا پایا جانا کیونکر ہوگا۔ ہاں اگر ایک شخص ایسی جگہ پر چاند دیکھتا ہے اس جگہ پر اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ہے تو وہ یہ چاند دیکھ کر خود روزہ رکھے گا۔ اس لئے کہ وہاں کوئی دوسرا نہیں ہے تاکہ واضح اور کھلے چاند کو دیکھ سکے اور اگر ایک شخص جو اکیلا ایک جگہ پر ہو اس نے چاند نہیں

دیکھا اور وہ بغیر روزے کے رہا پر اس کو معلوم ہوا کہ اس تاریخ کو چاند ہو چکا تھا یا دن کے نصف حصے میں چاند دیکھا گیا تو اس کے اوپر اس دن کے روزے کی قضا لازم نہیں ہوگی اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ کیونکہ چاند ان کے حق میں تب ثابت ہوگا جب وہ کھلا ظاہر ہو اور اس کی تشہیر ہو جائے۔ اس لئے اگر ثابت ہو جائے کہ چاند رات کو ہو گیا تو دن کے وقت خبر ملنے پر امساک لازم ہوگا یعنی روزے کی نیت سے کھانا پینا بند کرنا پڑیگا۔ جیسا کہ عاشورا کے روزے کے بارے میں حکم ہے اور پھر اس کی قضا بھی لازم نہیں ہے اور قضا دینے کی حدیث ضعیف ہے۔ (مجموع الفتاوی ص ۱۱٤، ۱۱۸ ج ۲۵) یہ ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی اس عبارت کا ترجمہ جس میں قرآن کی آیت ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ﴾ اور حدیث جب چاند دیکھو روزہ رکھو کا حوالہ ہے اس میں کہاں ہے کہ اگر ایک جگہ پر چاند ہو جائے اور اس کی اطلاع بھی دوسری جگہوں تک بروقت پہنچ جائے اور یقینی طور پر وہاں چاند کا ہونا ثابت ہو جائے جیسا کہ آج کے حالات ہیں ایسی صورت میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی اس عبارت میں کونسا ایسا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ ایسا چاند رؤیت کے مقام تک محدود رہے گا اور اس کا حکم دوسری جگہ پر لاگو نہیں ہوگا۔ بلکہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی عبارت تو یہ بتا رہی ہے کہ ہلال نام ہی اس چاند کا ہے جس کی خوب طور پر تشہیر ہو جگہ جگہ اس کا چرچا ہو اس کی دھوم ہو اور یہ بات تو اس وقت ثابت ہوگی جب دنیا بھر میں اس کے اوپر عمل اس وقت ہو رہا ہو جب وہ طلوع ہوا ہو اور ایسا چاند جو ایک شہر ایک بستی تک محدود ہو وہیں پر اس پر عمل ہو رہا ہو دوسری ساتھ والی بستی کے مکین اس کے بارے میں مکمل طور پر غافل ہوں اور ان کا دن ایسے گذر رہا ہو جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں ایسا چاند کبھی ہلال کہلانے کا حقدار نہیں ہے اور نہ ہلال اس کا نام ہوسکتا ہے۔ اسلامی عبادات کا تصور لفظ ہلال کے ساتھ معلق ہے۔ لفظ قمر کے ساتھ نہیں جس کا معنی خالی چاند ہے۔ لفظ ہلال کی جو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے تشریح کی ہے اس میں حضرت علامہ عبدالوکیل ناصر کی اس بات کا جواب بھی آ گیا جو انہوں نے کتاب کے اول میں لکھا ہے کہ ائمہ وحدت جن میں باباء وفا بھی شامل ہیں ان کے مبلغ علم کا یہ حال ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ ہلال چاند

کونہیں کہتے (ص:۲) ہماری کتاب میں جوالفاظ درج ہیں وہ یہ ہیں۔لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ ہلال کا معنی چاند نہیں بلکہ ہلال کا معنی ہے جس چیز کا مشہور اور معروف ہوجانا ہے۔(ص:۸) شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بھی یہی چیز لکھی ہے کہ ہلال اس چاند کا نام ہے جس کی خوب تشہیر ہو اس کا چرچا ہو ہر جگہ اس کے اوپر عمل برپا ہو۔اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی یہ تعریف ہماری تعریف کے قریب بلکہ اس کے موافق ہے اور ہماری کتاب میں جو لکھا ہے کہ ہلال چاند کا نام نہیں تو اس سے ہمارا مطلب یہ تھا کہ ہلال خالی چاند کو نہیں کہتے جب وہ کسی حالت میں بھی ہو بلکہ یہ پہلی کے چاند کا نام ہے اس کے ہلال کہنے کی وجہ اس کی تشہیر ہے۔ چنانچہ اس کے آگے ہماری یہ الفاظ موجود ہیں۔لفظ اُھِلَّ میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جو خالص اللہ کے لئے نہ ہوں بلکہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے چیز کی جانب بھی منسوب ومشہور ہو۔تو بہر حال ہمارے الفاظ کے اختصار کی وجہ سے حضرت علامہ کو اعتراض کا موقعہ مل گیا اور اب ہم حضرت علامہ سے پوچھتے ہیں آپ نے جو شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا اختیار کردہ موقف لکھا ہے وہ کس کتاب میں ہے اور آپ نے جو اس غلط بیانی سے کام لیا ہے کیا یہی علمیت ہے جس کے آپ دعویدار ہیں، کیا یہی تحقیق ہے جس کے آپ نے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں۔کسی کو آپ بدنام لکھتے ہیں، کسی کو مجھول فرماتے ہیں۔کسی کا باباء وفاء کے لفظ سے تمسخر اڑاتے ہیں۔آپ ہماری کتاب کا علمیت سے جواب دیں جو آپ کی کتاب میں نہیں ہے۔پھر آپ اپنے موقف کو واضح کریں کہ وہ ہے کیا۔ ہر جگہ ہر بستی کا اپنا اپنا چاند ہے کسی طرح بھی دوسری جگہ کا معتبر نہیں ہے۔ایک موقف یہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عنوان سے ظاہر ہے دوسرا موقف یہ ہے ایک جگہ کا چاند ہر اس مکان ومقام تک بھی معتبر ہوگا جہاں تک مطلع ایک ہوگا یہ مسلک قطعاً ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر وہ باب ہے جو معروف ومشہور ہے۔آپ کی علمیت کا یہ حال ہے اور آپ کے مفتیوں کا بھی جن کے فتاوی اور اقوال اس کتاب میں درج ہیں وہ یہ فتوی دیتے ہیں کہ ہر بستی ہر شہر کا الگ چاند ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی دلیل ہے اور ساتھ یہ بھی لکھ

دیتے ہیں کہ چاند اتحاد مطلع کے علاقوں کو بھی حکم کے اعتبار سے جاری ہوگا۔ کیا یہاں دلیل دعوی کے مطابق ہے اور کیا اتحاد مطلع کے علاقوں کی کوئی حد بندی ہے بلکہ آپ نے اور آپ کے ہمنواؤں نے اتحاد مطلع کی دلیل اور اس کی حد بندی میں بھی ابن عباس کی حدیث کو لاکھڑا کیا ہے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو ہر بستی ہر شہر کی اپنی رؤیت کی بھی دلیل ہے اور اتحاد مطلع کی بھی دلیل ہے۔ بلکہ اس کی حد بندی بھی اسی سے متعین ہوتی ہے۔ اگر یہی علمیت ہے تو پھر صحیح علم کا اللہ حافظ ہے اور علامہ دامانوی صاحب کی تعریف علامہ ناصر صاحب کی کتاب میں درج ہے انہوں نے صحیفہ اہلحدیث میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (جو جرامت ہیں) نے اختلاف مطالع کے متعلق جو وضاحت بیان فرمائی ان سے اس مسئلہ پر کسی صحابی یا تابعی نے اختلاف نہیں کیا (ص:۹) دامانوی صاحب کا یہ قول عجیب ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اختلاف مطالع کی بات کہاں ہے کس محدث نے اس کے اوپر اختلاف مطالع کا باب منعقد کیا ہے۔ غالباً دامانوی صاحب نے علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ کی کتاب مرعاۃ المفاتیح سے یہ بات لی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کا یہ موقف ہے کہ اختلاف مطالع کی حد ایک ماہ کا سفر ہے (مرعاۃ ص۲۰۶ ج۳) شیخ رحمانی رحمہ اللہ کی یہ بات بلا دلیل ہے اور علامہ حسن مدنی صاحب کا ایک مضمون ماہ نامہ محدث میں چھپا ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ پوری امت مسلمہ ایک ہی دن عید اور اپنے قومی تہوار کیوں نہیں کرتی انکی مقدسات دنیا بھر میں اکھٹی کیوں نہیں ہوتیں۔ اس کے جواب میں موصوف فرماتے ہیں کہ یہ ایک مخصوص طرز فکر کا نتیجہ ہے جبکہ فی الواقع ایسا نہیں کیونکہ امت مسلمہ عیدین اور رمضان و حج ایک ہی دن ادا کرتی ہے دنیا بھر میں عید الفطر یکم شوال کو ہی منائی جاتی ہے جس جگہ عید منائی جائے اور جہاں بھی پہلا روزہ رکھا جائے وھاں بالترتیب یکم شوال اور یکم رمضان ہی ہونگے۔ موصوف کا یہ بیان عجیب بھی ہے اور غریب بھی کیونکہ سوال تو یہ ہے کہ جس جگہ رمضان کا روزہ ہوتا ہے اس جگہ کے علاوہ باقی جگہوں کے وہ مسلمان جہاں چاند نہیں ہوا کیوں بے روزہ ہوتے ہیں وہ ان اپنے مسلمانوں کے ساتھ اس عبادت میں شریک

کیوں نہیں ہوتے یہ چاندان کے لئے کیوں نہیں ہوتا اسی طرح ایک جگہ پر شوال کا چاند نظر آنے پر وہاں کے لوگ عید مناتے ہیں اور دوسری جگہ کے مسلمان روزے سے ہوتے ہیں۔سوال تو اصل یہ تھا اور مدنی صاحب کے جواب میں اس طرف کوئی اشارہ بھی نہیں ہے اور حضرت مدنی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ سوال غیر مسلمانوں کی طرف سے آتا ہے جو عیسوی تقویم کی برتری چاہتے ہیں حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے بلکہ یہ اعتراض مسلمانوں کی طرف سے آتا ہے مسلمان جب دیکھتے ہیں کہ حرمین شریفین میں روزہ ہوتا ہے اور پاکستان یا کسی دوسرے ملک میں مسلمان کھاتے پیتے نظر آتے ہیں اور کبھی حرمین شریفین میں عید ہوتی ہے اور دوسرے علاقے اور ملکوں کے مسلمان روزے سے ہوتے ہیں اس لئے مسلمان یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ حرمین شریفین کا چاند دوسرے مسلمانوں کے لئے کیوں نہیں ہوتا۔اس کے صحیح جواب کے بجائے حضرت مدنی کسی اور طرف نکل گئے اور ایسی دلیل دینے لگے جسکا اصل مسئلے سے قطعاً کوئی تعلق ہی نہیں یہ ہیں ہمارے زمانے کے علامہ دوران وفقیہ زمان۔

اس کے بعد حضرت مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ عیسوی تقویم جس میں تاریخ کی تبدیلیوں کا انحصار سورج پر ہوتا ہے نظام فطرت سے بغاوت ہے۔حضرت مدنی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ الگ الگ اسلامی تہوار منانا اسلامی نظام فطرت اور نظام وحدت کے منافی ہے۔ حضرت حسن مدنی صاحب فرماتے ہیں۔شب قدر کی شریعت اسلامیہ میں جو غیر معمولی اہمیت اور فضیلت ہے۔اگر رمضان کی ایک تاریخ کو بھی اپنی مرضی سے تبدیل کر دیا جائے تو اس سے آخری ایام عشرہ کی طاق راتیں اپنے اصل مقام سے ہٹ جائیں گی اور آدمی ان کی فضیلت سے محروم ہو جائے گا۔ اس پر ہماری عرض یہ ہے کہ ان راتوں کو کون تبدیل کر رہا ہے وہ طبقہ جو پورے عالم اسلام میں ایک اسلامی تاریخ کے بنانے کے لئے کوشاں ہے یا وہ طبقہ جو قریہ قریہ بستی بستی کے الگ چاند بنانے پر تلا ہوا ہے۔پھر ایسی صورت میں نہ لیلۃ القدر تمام عالم اسلام کے لئے ایک رہے گی نہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتیں ایک رہیں گی اور انسان عرفہ کے روزے کی فضیلت سے بھی محروم ہو جائے گا۔

آیا یہ صحیح ہے کہ جس دن حجاج قربانی کر کے احرام کھول چکے ہوں اور ادھر ہم عرفہ کا روزہ رکھ کر دو سال کے ثواب کی امید لگا کر بیٹھے ہوں ۔ کیا نوے سال کی یا اس سے بھی زیادہ ایک شب قدر کی رات کی عبادت سے لوگ فارغ ہو چکے ہوں اور ہم ابھی اس کی انتظار میں آس لگائے بیٹھے ہوں اگر یہ سب کچھ درست ہے تو پھر امت محمد ﷺ نہ ایک امت ہوگی نہ ایک قوم اور پھر امت کو جس طرح مذاہب میں بانٹ کر کئی فرقوں کئی جماعتوں میں تقسیم کر دیا گیا اس طرح اس کی ملکی وعلاقائی تقسیم کی بنیاد پر اس کے رمضان کو شوال بنا دیا گیا اور رمضان کو شعبان کر دیا۔ اس اختلاف کی وجہ سے امت کے کچھ لوگ سیویاں کھا کر عید منا کر فارغ ہو چکے ہوتے ہیں اور کچھ دوسرے روزے سے ہو کر بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حسن مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ ایسے ہی اسلام میں دنوں کی تعداد کو بھی قمری مہینوں پر منحصر کر دیا گیا ہے چنانچہ عدت کے ایام زکاۃ کا سال ایام رضاعت وغیرہ میں ہجری مہینوں کو ہی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اس پر ہماری عرض یہ ہے کہ یہ سب کچھ سو فیصد صحیح مگر یہ قمری مہنے سب کے لئے ایک ہونگے یا ایک جگہ کے چاند کی اطلاع جہاں تک پہنچے گی وہیں تک ایک تاریخ ہوگی ایک مہینہ ہوگا۔ اس کا تعین کرنا آپ جیسے اہل علم کا کام ہے۔ جو آپ نے نہیں کیا۔ اس کے بعد حسن مدنی صاحب سلمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عیسوی تقویم دراصل مغربی استعمار کا شاخسانہ ہے ۱۹۲۶ء میں مصطفیٰ اتاترک کمال نے استبدادی حکم کے ذریعہ عین اس طرح ہجری تقویم کو کالعدم قرار دیا تھا۔ جس طرح اس نے ترکی کو عربی رسم الخط میں لکھنے کو لازم کرنے اور عربی میں اذان کو ممنوع ٹھیرایا تھا تا کہ مسلمانوں کا اپنے سنہری ماضی اور روایات واسلاف سے تعلق ٹوٹ جائے۔ حضرت مدنی صاحب کے اس معروضے پر ہم عرض گزار ہیں کہ جس طرح بقول آپ کے اُتاترک کمال نے ہجری تقویم کے ساتھ کیا تھا اس طرح مسلمانوں نے بھی ہجری تقویم کی ہمیشہ کے لئے چھٹی کر دی کیونکہ جب چاند ہی اس امت کا ایک نہ رہا تو ہجری تقویم کیسے ایک رہے گی۔ یہاں تو جتنے مسلمانوں کے ملک اتنے ان کے چاند اور اتنی انکی ہجری تقویمیں ہونگی۔ اس کے بعد حسن مدنی صاحب فرماتے ہیں کہ جس طرح سورج

کے بارے میں نظام وضع کرلیا گیا گو کہ وہ مصنوعی ہے مگر دینی ادارے اس کو پیش نظر رکھ کر نماز کے اوقات کے کیلنڈر چھاپتے ہیں۔ اسی طرح اس امر کی ضرورت ہے کہ چاند کے بارے میں ایسی تحقیقات مکمل کی جائیں۔ دراصل چاند کے بارے میں ہونے والی تحقیق اور اسلامی تقاضوں میں ہم آہنگی اور امتزاج نہیں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ سائنس دان قمری مہینے کی جو تفصیل پیش کرتے ہیں وہ اسلامی اصولوں سے میل نہیں کھاتی۔ مثال کے طور پر اسلام کا تقاضا رویت ہلال کا ہے جو مختلف علاقوں میں مختلف ہوتا ہے جب کہ سائنس رؤیت ہلال کی بجائے چاند کی پیدائش کے حساب کو پیش نظر رکھتی ہے چاند کی پیدائش اور اس کی رؤیت میں تیس سے لیکر ۹۶ گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر نتائج مختلف ہوتے ہیں یعنی چاند اپنی پیدائش جسے اجتماع نسیر ین کہتے ہیں یا قران، عربی میں اس کو محاق کہا جاتا ہے کم از کم ۳۰ گھنٹوں تک قابل رؤیت نہیں ہوتا جب تک چاند اور سورج کے درمیان ۱۰ درجے کا زاویہ نہیں بن جاتا المختصر سائنس کو اسلامی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور اس سے شریعت کے تقاضوں کو پیش نظر کرتے ہوئے استفادہ کی ضرورت ہے الخ۔ اس بارے میں ہماری عرض یہ ہے کہ چاند کے مسئلے میں سائنس سے مدد لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ ایک آسان مسئلہ ہے آج کے دور میں تو اور آسان ہو گیا ہے چونکہ چاند کے متعلق تمام مسائل کا تعلق اس کی رؤیت سے ہے اس لئے یہ چاند دنیاء اسلام میں پہلی بار کہیں بھی نظر آجائے اور اس کی خبر جہاں تک پہنچ جائے وہ چاند ان کے لئے بھی ہوگا اور آج کسی جگہ کے چاند کی رؤیت آناً فاناً ہر جگہ پہنچ جاتی ہے اس لئے کسی نئے اور مصنوعی طریق کار سے مدد لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت حسن مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ جب تک اس سلسلے میں تمام ضروری تحقیقات پوری نہیں ہو جاتیں اس وقت تک مسلمان عیسوی تقویم کی بجائے اس نظام کو اختیار کر سکتے ہیں جو سعودی عرب میں رائج ہے۔ سعودی عرب میں ہجری تقویم کے ہی دو ماڈل بیک وقت زیر استعمال ہیں ایک حقیقی رؤیت ہلال پر منحصر ہے اور اس کی بنا پر عبادات اور رمضان وعیدین وغیرہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے جبکہ ملکی معاملات کو چلانے کے لئے ہجری تقویم کا متوقع قمری

کیلنڈر تقویم ام القریٰ جدید سائنسی تحقیقی اداروں سے حاصل کیا جاتا ہے اور ان مطبوعۃ تاریخوں پر پورے ملک کا نظام جاری وساری رہتا ہے الخ۔ حضرت حسن مدنی صاحب کی ان گزارشات پر ہم یہ عرض کریں گے کہ سعودی عرب کا جو طریق کار رؤیت سے متعلق ہے اور چاند دیکھ کر جو تمام عباداتی امور طے پاتے ہیں ہم اس سے پورا پورا اتفاق کرتے ہیں لیکن ان کا دوسرا نظام جو سائنسی تحقیقات سے طے پاتا ہے اور کیلنڈر کی شکل میں پورے سال کے لئے شائع کیا جاتا ہے ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے چاند کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کا وجود متعین کیا جاتا ہے اور اس کے وجود پر امکانات مرتب ہوتے ہیں اس میں سائنسی معلومات کے ذریعے چاند کا تعین اور اس کے اوپر دنیوی معاملات چلانا اس کی سلف صالحین میں کوئی مثال نہیں ملتی اور اس کا بھی کوئی حکم نہیں ہے کہ دینی امور کے لئے چاند کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جائے اور دنیوی امور کے لئے اس شرعی اور دینی طریق کار کو چھوڑ کر غیر دینی اور غیر اسلامی مرکز تحقیق پر عمل کیا جائے بلکہ ہمارے دینی امور ہوں یا دنیوی ان کا صحیح حل اسلامی قواعد وضوابط میں کیا جائے وگرنہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس دین اسلام میں نقص ہے اور یہ مکمل نہیں ہے لہٰذا اس کی تکمیل کے لئے ہم کو غیر مسلموں کی تحقیقات پر عمل کرنا ہوگا اور پھر پورے سال کے لئے کیلنڈر بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے بلکہ جس طرح ہم رمضان وحج وغیرہ کے لئے اپنی آنکھوں کی رؤیت کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسی مقصد کے لئے رؤیت حقیقی کا اہتمام کرتے ہیں اسی طرح پورے بارہ مہینے ہم چاند دیکھ کر متعین کریں اور اسی رؤیت پر ہر ماہ کے متعلق امور نمٹائیں جیسا کہ سلف صالحین کرتے آئے ہیں۔ رمضان کے روزوں اور حج کے لئے صرف چاند دیکھنا ضروری نہیں بلکہ حیض وطلاق اور عدت اور دیون کی ادائیگی کا تعلق بھی چاند کے مہینوں سے ہی ہے۔ اور ان مقاصد کے لئے سعودی حکومت کوئی حقیقی رؤیت کا اہتمام نہیں کرتی تو پھر یہ امور کس طرح طے پائیں گے ظاہر ہے کہ فرنگی کی تحقیقات پر یہ مہینے متعین کئے جاتے ہونگے اور ان امور کو ان مہینوں کے حساب سے طے کیا جاتا ہوگا یہ امر کس طرح قابل افسوس ہے اور سعودی عرب جیسی حکومت کے لئے تو اور زیادہ یہ بات قابل افسوس

ہے کیونکہ وہی حرمین شریفین کی والی ہے اور نبی کریم ﷺ کی آرامگاہ کی محافظ تو جب ان کا یہ حال ہے تو اور ملکوں کا عیب کیا ہے جو آدھے مسلمان اور آدھے فرنگی ہیں۔اس کے بعد حسن مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ تو شریعت کا تقاضا ہے کہ رمضان کے آغاز کو رؤیت ہلال پر منحصر سمجھا جائے لیکن اسلام سائنس کا مخالف نہیں ہے اس طرح مسلمانوں کو سائنس دانوں سے معذرت کے بجائے ان کی مدد حاصل کرنے میں کسی مخالفت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے اگر سائنس دانوں کو یقین ہو کہ چاند مغرب کے بعد فلاں فلاں زاویئے پر اتنے وقت کے لئے نمودار ہوگا تو ذمہ دار مسلمانوں کو ان کی مدد لیتے ہوئے ان سے تقاضا کرنا چاہئے کہ لائیے ہمیں بھی دکھا دیجئے تا کہ ہم اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کریں شرعی تقاضوں کو بھی پورا کرلیں اور کوئی ابہام باقی نہ رہے (رسالہ محدث ص ۱۷) اس کے متعلق ہماری عرض یہ ہے کہ یہ بحث گزر چکی ہے کہ ہلال اس چاند کا نام ہے جو فضا میں نمودار ہو چکا ہو موجود ہوا گرچہ کسی کو نظر نہ آسکے یا یہ نام اس چاند کا ہے جو کھلا اور واضح ہو سب کے سامنے ہو اس کی خوب تشہیر ہو چکی ہو اور لفظ ہلال کے لغوی معنی کے مطابق تشہیر پا چکا ہو۔اس کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کتاب وسنت میں ہلال ہر اس چاند کا نام ہے جو کسی سے مخفی نہ رہا ہو اس کی رؤیت متواتر ہو اسی وجہ سے اکیلے آدمی کی رؤیت رد کر دی جائے تو اگر چہ چاند ہو چکا مگر وہ ہلال کی صفت سے متصف نہ ہوا اس وجہ سے اس چاند کی رؤیت پر خود دیکھنے والے کو بھی عمل کی اجازت نہیں اور نہ کسی دوسرے کو بلکہ اس کو عام مسلمانوں کے ساتھ روزے کا عمل اور افطار کا عمل کرنا چاہیے۔اس وضاحت کے بعد سائنس دانوں کے دعوے کے چاند کی شریعت اسلامیہ میں اہمیت نہیں اگر وہ اس غیر واضح چاند کو دکھائیں گے بھی تو دوربینوں سے دیکھ سکیں گے جس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں اس کا بہترین اور آسان حل وہی ہے جو ائمہ اربعہ کا منصوص قول ہے اور جمہور مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے یعنی یہ کہ دنیا کے کسی خطے میں پہلی بار نمودار ہونے والا چاند تمام امت اسلامی کا بھی چاند ہوگا بشرط بلوغ الخ۔اس بنیاد پر حضرت علامہ عبدالوکیل صاحب ناصر نے جو اپنی کتاب کے (ص:۱۴۱) میں رؤیت ہلال کے لئے جدید آلات کے استعمال کو جائز کہا

ہے اوراس کا جواز شیخ صالح عثیمین سے نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ ایسا چاند ہلال کی صفت سے متصف نہیں ہوتا اوراس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے جو ہم نے ہلال کی تعریف میں نقل کیا ہے اس کو الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن البسام نے بھی بلوغ المرام کی شرح توضیح الاحکام ص۴۵۸ ج ۳ میں بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جس نے رمضان کا چاند اکیلے دیکھا اس کو اس کا روزہ لازم نہیں ہے اور نہ باقی ماہ رمضان کے احکام اس پر لاگو ہونگے۔ بلکہ وہ عام لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے گا اور افطار کریگا یہی تمام اقوال سے زیادہ واضح قول ہے اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام شرعیہ کو ہلال سے متعلق کیا اور مہینے کے دخول سے جیسے کہ روزہ ہے اس کا افطار ہے قربانی ہے پس چاند کے طلوع کی شرط اس کا ہلال کی صفت میں ظہور ہونا ہے پس اگر وہ آسمان کی فضا میں نمودار ہوا لیکن اس نے لوگوں میں شہرت نہیں پائی تو وہ ہے ہی نہیں پس چاند شہرت اور مکمل ظہور سے ہلال کہلائے گا جیسا کہ کتاب وسنت سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت حسن مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ چاند کے طلوع ہونے کی جگہ کو مطلع کہتے ہیں اور یہ بات مُسلّمہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے کہ دنیا بھر میں چاند کے مطالع مختلف ہیں اور دور کے شہروں کی رؤیت معتبر نہیں ہے جیسا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اندلس اور خراسان کی رؤیت ایک دوسرے کے لئے معتبر نہیں ہے (الاستذکار ص۳۰ ج ۱۰) ہماری عرض یہ ہے کہ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے اس قول کے بر خلاف ائمہ حنفیہ کا یہ قول تمام فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ مطالع کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے مغرب کا چاند مشرق کے لئے معتبر ہوگا۔ (فتح القدیر شرح ھدایہ ص۲۴۳ ج ۲ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص۳۲۱ ج ۱، الفتاوی الھندیہ عالمگیری ص۱۹۸ ج ۱ البحر الرائق ص۲۷۰ ج ۱۲ لبحر الرائق) میں ہے کہ جب ایک شہر والے چاند دیکھ لیں اور دوسرے شہر والے نہ دیکھیں تو نہ دیکھنے والوں پر بھی روزہ فرض ہوگا جس وقت چاند کی شہادت حکم کو واجب کرنے والی ہو واضح ہو اس صورت میں اہل مشرق کو اہل مغرب کی رؤیت معتبر ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ باہر کی شہادت معتبر نہیں ہے

جب مطلع کا اختلاف ہواور یہ بات ہی قرین قیاس ہے یہ بات زیلعی نے تبیین الحقائق میں لکھی ہے لیکن پہلی بات ظاہر روایت ہے اور یہی احتیاط کا تقاضا بھی ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ بات خلاصہ میں لکھی ہے۔اس کو اس نے مطلق لکھا ہے خواہ مطلع ایک ہو یا الگ الگ ہو اور ہم نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب باہر کے چاند کی خبر یقینی ہو اس میں کسی شک کا امکان نہ ہو یہ اس لئے ہے کہ اگر خبر آئے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا ہے اور اس پر انہوں نے روزہ بھی رکھا ہے اور یہ دن ان کے حساب سے تیس کا ہے اور انہوں نے چاند نہیں دیکھا تو ان کو آنے والے دن میں روزہ ترک نہیں کرنا چاہیئے اور رات کو تراویح بھی پڑھنی چاہیئے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس جماعت نے کہا ہے کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا ہے انہوں نے اس چاند کی اپنی رؤیت نہیں بیان کی اور نہ چاند دیکھنے والوں کی شہادت پر انہوں نے شہادت دی ہے بلکہ ایک حکایت بیان کی ہے کہ فلاں لوگوں نے چاند دیکھا ہے اور اگر یہ لوگ اپنے قاضی کے سامنے یہ شہادت دیتے کہ فلاں شہر کے قاضی کے سامنے دو آدمیوں نے شہادت دی اور قاضی نے ان کی شہادت کو قبول کیا تو اس قاضی کو انکی شہادت پر چاند ہونے کی خبر کو قبول کرنا جائز ہے اور اس پر فیصلہ دینے کا وہ مجاز ہے تو اس طرح یہ رمضان ان لوگوں کے لئے بھی ثابت ہو جائے گا اور جس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اختلاف مطالع کے معتبر ہونے پر دلیل پکڑی ہے تو اس میں اس مسئلے کی کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ اس میں وہاں کے چاند کے خبر دینے والے نے شام والوں کی شہادت پر شہادت نہیں دی بلکہ ایک واقعہ ذکر کیا ہے اور نہ یہاں کے حاکم کے حکم کا ذکر ہے اور اگر تسلیم کیا جائے کہ اس میں حاکم کے عمل کا ذکر ہے کہ حاکم نے ایسا کیا۔ تو تب بھی قبول نہیں اس لئے اس نے اس میں لفظ شہادت نہیں بولا اس نے یہ نہیں کہا میں شہادت دیتا ہوں اور اگر ہم اس کو شہادت بھی مان لیں تب بھی وہ اس لئے قبول نہیں کہ وہ خبر واحد تھی تو ایسی صورت میں قاضی پر واجب نہیں کہ وہ خبر واحد کی بنیاد پر فیصلہ صادر کر لے۔ یہ ہیں بحرالرائق اور دوسرے حنفی فقہاء کے اقوال جو اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ حنفیہ کا ظاہر مذہب جو ان کے ائمہ متبوعین سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ مغرب

کا چاند مشرق کے لئے بھی ہے بغیر کسی مسافت کی حد کے اور جنہوں نے علماء حنفیہ سے اختلاف مطالع کو معتبر مانا ہے وہ انکے اصل مذہب کا مسئلہ نہیں بلکہ شافعیہ سے لیا گیا ہے جو اصل حنفیہ کے لئے معتبر نہیں اور علامہ حسن مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ یہی صورتحال مکہ مکرمہ کی رؤیت کی ہے کہ پاکستان میں اکثر و بیشتر سعودی عرب سے ایک روز بعد چاند طلوع ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ کی رؤیت کو اہل پاکستان اپنے لئے معتبر خیال نہیں کرتے اختلاف مطالع کا یہی مفہوم ہے اس اعتبار سے امریکہ و برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کا مکہ مکرمہ کے ساتھ عید کرنا بھی محل نظر ہے۔ حضرت حسن مدنی سے ہم پاکستان کے مشرقی علاقوں کی حد تک تو اتفاق کر سکتے ہیں کہ وہاں چاند سعودی عرب سے ایک دن بعد طلوع ہوتا ہو مگر یہ بات پاکستان کے مغربی علاقوں کی نسبت قطعاً قابل تسلیم نہیں ہے۔ کیونکہ بلوچستان اور سرحد کے بعض علاقوں میں بارہا سعودیہ کے ساتھ چاند دیکھا گیا مگر اسلام آباد کی رؤیت ہلال کمیٹی نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور بعض اوقات ان مغربی علاقے والوں نے غیر ملکی نمائندوں کو بلا کر بھی اپنے علاقے میں اس دن چاند جب سعودی عرب میں دیکھا گیا دکھایا۔ لہذا حسن مدنی صاحب کا یہ فرمان کہ اختلاف مطالع کی بنیاد پر سعودی عرب اور پاکستان میں رمضان اور عید علیحدہ ہوتے ہیں قطعاً بے بنیاد اور غلط ہے بلکہ اس کی بنیاد اختلاف مملکت ہے۔ اختلاف مطالع نہیں اور پھر پاکستان امارات عربیہ متحدہ سے بھی اس میں اختلاف کرتا ہے کیا یہاں بھی اختلاف مطلع آڑے آتا ہے۔ پاکستان کے شہر گوادر سے اس طرف امارات کی سرحد ملتی ہے مگر پاکستان اس سے پیچھے رمضان اور عید کرتا ہے اور حسن مدنی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ سرحد میں دوسری عید کے مسئلہ میں بعض اوقات سیاسی مصالح کارفرما ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی ہم عرض گذار ہیں کہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ وہاں سعودی عرب اور عرب امارات کے ساتھ چاند نظر آجاتا ہے تب ایسا وہ لوگ کرتے ہیں۔ وہ مسلمان لوگ ہیں کیا وہ صرف حکومت سے اختلاف کی بنیاد پر رمضان ہی میں روزہ برباد کر دیتے ہیں اور عید کر لیتے ہیں۔ ہم نے تو ایسا کبھی سوچا بھی نہیں کہ کوئی مسلمان ایسا کرے گا۔ یہ صرف ان کو بدنام کرنے والی بات ہے اس میں کوئی

حقیقت نہیں ہے اور سرحد و بلوچستان کے لوگوں میں مذہب میں دلچسپی اور پختگی باقی ملک کی بہ نسبت زیادہ پائی جاتی ہے۔یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے عظیم جہاد کر کے افغانستان سے روس کو نکال باہر کیا اور اس کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور اب یہی لوگ ہیں جو افغان بھائیوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر یورپ کی طاغوتی قوتوں کے خلاف اُٹھ کر کھڑے ہوئے ہیں۔ایسے لوگوں کو اس طرح بدنام کرنا کہ وہ باقی ملک کے خلاف کوئی سیاسی مقاصد رکھتے ہیں غلط ہے اور ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ حنفیہ کا اصل مذہب چاند کے اتحاد کا ہے اختلاف کا نہیں ہے۔اسی وجہ سے یہ لوگ اپنے مذہب پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو جھوٹی باتوں سے ان کو بدنام کیا جاتا ہے۔ہم اپنے ملک کے علماء سے مئودبانہ عرض کرتے ہیں کہ ایسی باتوں سے پرہیز کریں جس سے متحدہ پاکستان میں پھر کوئی نئی دراڑ پڑ جائے جو بنگلا دیش کا سبب بنی تھی۔ملک پاکستان کو متحدہ رکھنے میں حکومت کے اہل کاروں کی نسبت علماء کا زیادہ فرض بنتا ہے اسی لئے ایسی تحریروں سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے یہ تأثر ملتا ہو کہ وہ اور ہے اور ہم اور۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت حسن مدنی صاحب نے بھی ذکر کیا ہے اور اس کو اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مدنی صاحب بھی انہیں لوگوں میں شامل ہیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اختلاف مطالع کی دلیل سمجھتے ہیں حالانکہ اس حدیث کا اس سے ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہے اور دوسرے مذہب لکل بلد، ہر شہر کی اپنی رؤیت والے اس کو اپنی دلیل بناتے ہیں جبکہ یہ حدیث اس کی دلیل بھی نہیں بنتی۔اختلاف مطالع کے معتبر ہونے یا ہر بلد ہر بستی کی اپنی رؤیت کے قائلین کی کوئی حدیث دلیل بن سکتی تھی تو حدیث ((صوموا لرؤیتہ)) بنتی اور اس حدیث سے محدثین یہ ابواب منعقد کر کے یہ ثابت کرتے کہ حدیث اپنے اطلاق پر نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اتحاد مطالع والے لوگ ہیں یا اس سے مراد یہ ہے کہ ہر بستی و شہر والا اپنے اپنے شہر کی رؤیت کا اعتبار کرے۔تو جب یہ حدیث اس کی دلیل نہیں بنی تو اور کوئی حدیث بھی نہیں بن سکتی۔بعض لوگوں نے ابن ابی شیبہ کی حدیث ص ۹۷ ج ۳ کو اپنے استدلال میں پیش کیا ہے جس میں ہے کہ قاسم بن محمد بن ابی

بکراور بعض دوسرے تابعین سے کہا گیا کہ اہل استارہ نے چاند دیکھ لیا ہے تو ان بزرگوں نے کہا ہمارا اہل استارہ سے کیا واسطہ اس روایت کو اختلاف مطالع کی دلیل بنا کر پیش کیا گیا ہے حالانکہ اگر یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے تو ہر بستی ہر شہر کی دلیل بن سکتی ہے۔ اختلاف مطالع کی نہیں کیونکہ اس شہادت کو اختلاف مطالع کی وجہ سے رد کیا گیا ہو۔ اس کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں مذاہب کے ذکر میں قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ کو ہر بلد ہر بستی کی اپنی رؤیت ہے کے قائلین میں شمار کیا ہے۔ اور ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کتاب التحقیق ص ۳۱۶ ج ۵ میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے اس قول میں کہ ایک چاند سب عالم اسلام کے لئے ہے۔ حدیث ((صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ)) کو پیش کیا ہے اور اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں تمام دنیا کے مسلمانوں کو خطاب ہے کسی شہر یا بستی والوں کو نہیں اسی وجہ سے عالم اسلام کے کسی کونے میں مسلمان چاند دیکھیں تو جہاں تک اس کی اطلاع جائے گی وہیں تک اس کا حکم نافذ ہوگا۔

اس کے بعد علامہ حسن مدنی صاحب نے فرمایا ہے کہ ان واضح دلائل اور حقائق کے باوجود پاکستان میں تاحال اختلاف مطالع کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ بعض احناف کے ہاں اختلاف مطالع کا تصور معتبر نہیں ہے اسی بنیا پر پاکستان کے علماء احناف پورے عالم اسلام میں ایک ہی دن عید اور روزے کے قائل رہے ہیں لیکن مدید تحقیقات ہونے پر حنفی علماء نے اس موقف سے اب رجوع کر لیا ہے اس کی بنیادی وجہ ایسا مشاہدہ ہے جس کے بعد کوئی دوسرا چارہ کار نہیں ہے مثال کے طور پر ایک علاقے میں دوسروں کے برعکس "۲۸" روزے کے بعد چاند نظر آ جائے تو لازمی بات ہے کہ اس مطلع کو مختلف ماننا پڑے گا چنانچہ علامہ زیلعی علامہ عبدالحی نے اختلاف مطالع کو معتبر مانا ہے۔ علامہ حسن مدنی صاحب کی اس تحقیق اور انکشاف پر ہم عرض گذار ہیں کہ حنفی علماء نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ چاند کے مطالع کا اختلاف نہیں ہے۔ یا اس کی تحقیق اب ہوئی ہے حضرت مدنی صاحب کی یہ بات حیران کن ہے کیونکہ علماء احناف کی کتابوں میں صاف لکھا ہے۔ ((لاعبرة باختلاف المطالع)) اس کا حوالہ ابھی بحر الرائق

سے گذرا ہے۔ اگر چاند کے اختلاف مطلع کا ان کو علم ہی نہ ہوتا تو جملہ لاعبرۃ باختلاف المطالع کیوں لکھتے۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس مسئلے میں آٹھ مذہب لکھے ہیں یہ آٹھ مذہب کیوں بنے ان کے اختلاف کا سبب کیا تھا ظاہر ہے کہ یہی اختلاف مطلع ہی اس کا سبب تھا تو یہ کہنا کہ قدیم علماء اسلام کو اختلاف مطلع کا علم نہیں تھا غلط اور بے بنیاد ہے۔اور موجودہ حنفیوں کا اختلاف مطلع کو معتبر ماننا کسی جدید تحقیق کی بنیاد پر نہیں ہے۔

علماء وفقہاء سے میں نقل کر چکا ہوں کہ انہوں نے لکھا ہے اگر کوئی شخص ایک شہر سے دوسرے شہر جاتا ہے جہاں پر چاند نہیں ہوا اور یہ اپنے شہر سے روزہ رکھ کر جاتا ہے اور وہاں اس کے اپنے شہر سے ایک یا دو دن بعد چاند ہوا تو یہ شخص اپنے روزوں کے پورے کرنے پر روزہ ترک نہیں کریگا بلکہ ان کے ساتھ روزے سے رہے گا اگر چہ اس کے اکتیس یا بتیس روزے بھی کیوں نہ ہو جائیں اور اگر اس کے شہر میں چاند نہیں ہوا تھا اور جہاں گیا وہاں چاند ہو چکا تھا تو یہ شخص ان کے ساتھ عید کریگا اگر چہ اس کے ۲۸ روزے بھی کیوں نہ ہوئے ہوں پھر وہ اپنے روزوں کی قضاء کریگا۔فقہاء کا یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو اختلاف مطالع کا پورا پورا علم تھا۔اور اس صدی کے علماء حنفیہ بھی جو فتوی نویسی کے اھل ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ عالم اسلام کے علاقوں میں سے ایک علاقے کا چاند دوسرے علاقے کے لئے معتبر ہے چنانچہ امداد الفتاوی ص ۱۰۷ ج ۲ میں لکھا ہے کہ سوال: رؤیت ہلال کی کس قدر دور دراز کی خبر ایک شہر سے دوسرے شہر میں مانی جاسکتی ہے کیا۔اس میں کچھ علماء کا اختلاف ہے یا نہیں اور مذہب حنفیہ میں مفتی بہ قول کیا ہے۔

الجواب: فی الدرالمختار واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتویٰ فیلزم اہل المشرق برؤیت اہل المغرب اذا اثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب۔((قال الکمال الاخذ بظاهر الرواية احوط)) یعنی درمختار میں ہے کہ اختلاف مطلع غیر معتبر ہے یہ اکثر مشائخ کا قول ہے اور اس پر فتوی ہے لہذا اہل مشرق کو اہل مغرب کی رؤیت لازم ہوگی اور کمال ابن ہمام نے کہا ہے کہ ظاہر مذہب پر فتوی دینا زیادہ افضل اور بہتر ہے۔اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ

آج کے معتبر علماء حنفیہ جیسے ملا نا یوسف لوھیانوی کا فتوی بھی یہی ہے کہ عالم اسلام کی ایک جگہ کا چاند تمام عالم اسلام کے لئے ہے۔موصوف نے لکھا ہے کہ اختلاف مطالع کا ظاہر مذہب میں کوئی اعتبار نہیں لیکن متأخرین نے اس کو معتبر کہا ہے لیکن فتوی ظاہر مذہب پر ہے۔آپ کے مسائل اور انکا حل ص۲۶۰ ج ۳، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے اس وضاحت کے بعد یہ کہنا کہ جدید حنفیہ نے اختلاف مطالع کو معتبر مانا ہے سوائے غلط بیانی کے کچھ نہیں اور بریلوی مذہب کی فقہ کی کتاب بہار شریعت میں بھی یہی لکھا ہے کہ فتوی ظاہر مذہب پر ہے۔کتاب کے مؤلف موصوف امجد علی صاحب نے لکھا ہے۔ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام جہاں کے لئے ہے مگر دوسری جگہ کے لئے اس وقت ہے جب اُن کے نزدیک اس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں سے خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی ہے (ص:۷۷، ج۵) اس سے ثابت ہوا موجودہ صدی کے حنفی علماء بریلوی اور دیوبندی دونوں کا اتفاقی یہ فتوی ہے کہ ایک جگہ کا چاند تمام عالم اسلام کے لئے ہے۔اس کے بعد حسن مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ جہاں بلاد بعیدہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال موجود ہیں۔مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنو نے اس سلسلے میں ۱۹۶۷ء میں ایک چارٹ کی سفارش کی تھی جس میں اختلاف مطالع والے مما لک کی تفصیلات درج ہو۔الغرض اگر اختلاف مطالع ایک مستقل اور غیر متبدل حد بندی ہے تو پھر اس سلسلے میں سائنس سے ضرور استفادہ کرنا چاہئے اور ایسے چارٹ پر شرعی تقاضوں کے مطابق ضروری تفصیلات کا اضافہ بھی کر دینا چاہئے تا کہ اس کو سامنے رکھ کر رؤیت ہلال کے عمل میں آسانی ہو۔الفرض اختلاف مطالع کی جو بھی تفصیل ہو یہ امر ایک مسلمہ حقیقت رکھتا ہے۔اس بنا پر بالفرض اگر پشاور کے گردونواح کا مطلع فی الواقع ملک کے دیگر حصوں سے مختلف ہے تو مشاہدہ کی بنا پر ان کو علیحدہ عید یا روزے کی بھی اجازت دی جا سکتی ہے۔لیکن یہ مسئلہ کافی تفصیل طلب ہے جس کی بنیاد بہر حال مشاہدہ ہی ہوگا۔(محدث ص۲۳)

اس بحث کے متعلق عرض یہ ہے کہ قرآن وسنت میں اختلاف مطالع کے اعتبار کی کوئی دلیل نہیں ہے اگر اس کی شریعت اسلامیہ میں کوئی بنیاد ہوتی تو علماء مسلمین ضرور اس کی حد بندی پر کام کرتے اور اس کو واضح کر کے چھوڑتے پھر کبھی اس میں اختلاف واقع نہ ہوتا اور خود نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں ان شہروں میں جو فتح ہو چکے تھے مثلاً اہل مدینہ اور اہل مکہ کے چاند کا مطلع ایک ہے یا الگ اور اہل یمن کے چاند کا مطلع اور اہل مدینہ کا مطلع ایک ہے یا مختلف ہے اس طرح صحابہ کرام نے جب فتوحات کیں تو مفتوحہ شہروں کے مطالع کی تعین کو بھی ضروری سمجھتے پھر مسلمان اتحاد مطالع کی صورت میں ایک جگہ کے چاند کو تسلیم کرتے اور اختلاف مطالع کے شہروں کی رؤیت کو غیر معتبر قرار دیتے۔ جب یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے تو اس کا اعتبار بھی غیر معتبر ہوا۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ اس مسئلے میں رؤیت کو معتبر قرار دیا گیا ہے اور جب چاند اُفق پر موجود بھی ہو مگر نظر نہ آسکے تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ موجود ہی نہیں ہے اور اتحاد مطالع کے شہروں میں سے ایک جگہ کے چاند کو ان تمام علاقوں اور جگہوں میں معتبر مانا جاتا ہے جہاں پر اس کے وجود کا کوئی پتہ ہی نہیں ہوتا تو اس قسم کے چاند کو معتبر ماننا حدیث رسول ﷺ ((صوموا لرؤیۃ و افطروا لرؤیۃ)) کے سراسر منافی اور خلاف ہے اور ہم حنفی علماء پر حیران ہیں جو اختلاف مطالع کے علاقوں کے یقین کے لئے سائنس سے معلومات لینے کو جائز قرار دیتے ہیں جب ان علماء کا مذہب اختلاف مطالع کے اعتبار کو ماننا ہی نہیں تو یہ مطالبات کس لئے ہیں۔

اس کے بعد حسن مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ صوبہ سرحد میں خود ساختہ کمیٹیوں کا وجود بھی ایک اہم مسئلہ ہے جس کی بنا پر اختلاف واقع ہوتا ہے جب کسی ملک میں اجتماعی طور پر ایک مرکزی نظام کے تحت رؤیت ہلال کا نظام باقاعدہ موجود ہو اور اس کو شرعی تقاضوں کے مطابق چلانے کی کوشش بھی کی جاتی ہو تو ایسی صورت میں پرائیویٹ کمیٹیوں کا وجود درست نہیں یاد رہے کہ عید اور رمضان میں صرف چاند دیکھ لینا کافی نہیں بلکہ اس کی شہادت کے بعد قاضی کا فیصلہ بھی ضروری ہوتا ہے جیسا کہ احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ حضرت مدنی صاحب کی ان گذارشات پر ہم عرض کریں گے کہ ان پرائیویٹ کمیٹیوں پر

آپ کا اعتراض بیجا ہے۔ کیونکہ چاند کی شہادت دینا ہر مسلمان کا حق ہے اور یہ شہادت کسی کمیٹی کو نہیں خواہ سرکاری ہو یا پرائیویٹ یہ شہادت براہ راست امیر بلدالمسلمین کو دینی ہوتی ہے وہی اس کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق کرتے ہیں جیسا کہ عہد نبوی میں طریق کار تھا کہ شہادت دینے والا یہ شہادت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کو نہیں براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جاتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے کوئی کمیٹیاں نہیں بنائیں لہٰذا اگر آپکے ہاں سرکاری رؤیت ہلال کمیٹی درست ہے اور شرعی ہے تو پرائیویٹ کمیٹی کیوں غیر شرعی ہے اور پھر آپکا یہ فرمان کہ چاند کی خالی شہادت کافی نہیں بلکہ اس کے لئے قاضی کا فیصلہ چاہئے ہوتا ہے اور آپ نے اس کو شرعی طریق کار بھی کہا ہے تو عرض یہ ہے کہ چاند کی شہادت کس قاضی کے سامنے پیش کی جائے گی کیا اس کی کوئی مثال ہے تو پیش کیجئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو یہ شہادت براہ راست آپ کو پیش کی جاتی تھی اور آپ کے بعد خلفاء مسلمین کے روبرو یہ کی جاتی تھی کسی قاضی کے سامنے نہیں اور پھر آج کے سرکاری قاضی تو ماشاءاللہ۔ اس کے بعد حسن مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں میں خاص اجتماعیت کو دخل ہے کوئی شخص اکیلے عید نہیں کرسکتا۔ اس بنا پر بعض علماء نے ملک بھر میں ایک ہی دن یا روزہ کی جو توجیہ پیش کی ہے تو ان کے پیش نظر یہی اجتماعیت ہے ورنہ اجتماعیت کے سوا شریعت میں ان ملکوں کی سرحدوں کی کیا حیثیت ہے اللہ تعالیٰ نے تو مسلمانوں کو رؤیت ہلال ہی کا پابند کیا ہے اور چاند کی رؤیت میں مطالع کا اختلاف ان ملکی سرحدوں سے بالاتر ہے۔ یہی بات بعض ممتاز علماء حنفیہ بھی کہی ہے کہ ملک بھر میں اختلاف مطالع کے باوجود ایک عید کو گوارا کیا جاسکتا ہے۔ مولانا محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں اگرچہ شرعی حیثیت سے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ پورے ملک میں ایک ہی دن منانے کا کوئی اہتمام نہیں ہوا اور ملک کے وسیع و عریض ہونے کی صورت میں شدید اختلافات مطالع کی مشکلات بھی اس میں پیش آسکتے ہیں لیکن پاکستان کے عوام اور حکومت کی اگر یہی خواہش ہے کہ عید پورے پاکستان میں ایک ہی دن ہو تو شرعی اعتبار سے اس کی بھی گنجائش ہے شرط یہ ہے کہ عید کا اعلان پوری طرح شرعی ضابطہ کے تحت ہو۔ جواہر

الفقہ اس فتوی پر مولانا محمد یوسف بنوری مولانا ظفر احمد عثمانی اور مفتی رشید احمد کے دستخط ہیں اور یہ تحریر ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء کی ہے۔ علامہ حسن مدنی صاحب کے بیان کردہ ان حنفی علماء کے حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ آج کے حنفی علماء بھی اس طرح ایک دن رمضان کرنے عید کرنے کے قائل ہیں جیسا کہ ان کے متقدمین فقھاء قائل رہے ہیں۔ حنفی علماء کے ان جید علماء کا یہ فتوی قابل تحسین ہے مگر اقتدار اعلی دوسرے حنفی علماء کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے یہ علماء اقتدار میں شریک علماء حنفیہ کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ مولانا حسن مدنی صاحب کے اس مضمون کو ہم نے شامل کیا ہے کیونکہ یہ محدث رسالہ میں چھپا ہے اور یہ رسالہ اس ادارے سے چھپتا ہے جو اسلامی تحقیقاتی ادارہ ہے یہ ادارہ بڑے اسلامی امور کی تحقیقات میں حصہ لیتا ہے اور صحیح اسلامی حل پیش کرتا ہے۔ اس لئے ہم نے چاہا کہ اس مسئلے میں اس ادارہ کی تحقیق بھی عوام تک پہنچ جائے اور دامانوی کا مضمون جو اخبارات میں چھپا ہے ان کا نقطہ نظر بھی ہمارے قارئین نے دیکھ لیا پڑھ لیا ہے۔ اور حضرت علامہ عبدالوکیل ناصر صاحب نے جو اس سلسلے میں کتاب ترتیب دی ہے اس میں ہمارے رسالے کا حوالہ دیا ہے بظاہر انہوں نے ہمارے رسالے کے جواب میں یہ کتاب شائع کی ہے۔ حسن مدنی صاحب کا مضمون ہو یا دامانوی صاحب کا یا مولانا ناصر صاحب کی کتاب ان تمام مضمونوں میں کوئی نئی بات نہیں پیش کی گئی سب کے دلائل ایک ہیں۔ الفاظ مختلف انداز بیان جدا ہے۔ سب کی بنیادی دلیل ابن عباس کی حدیث ہے۔

حضرت علامہ عبدالوکیل ناصر صاحب نے اپنی کتاب (ص:۵۵) پر لکھا ہے کہ پروفیسر عبدالرحمٰن کیلانی صاحب نے لکھا ہے ہم ایسے سب حضرات کی اس ''نیک تمنا'' کی قدر ضرور کرتے ہیں لیکن افسوس کہ ان علم دوست حضرات کی اتحاد وحدت کی یہ آرزو علم ہیئت کی رو سے بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ رؤیت ہلال پر تو کئی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں اس کے بجائے اگر نئے چاند یا قران کو ہی بنیاد قرار دے دیا جائے تو بھی پوری دنیا میں ایسا اتحاد ممکن نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اس سال ۱۹۷۸ء میں شوال کا نیا چاند

لندن میں شام ۴ بجکر ۹ منٹ پر وقوع پذیر ہوگا اور تاریخ دو ستمبر ہوگی۔ اسی لمحہ حجاز مقدس میں شام کے سات بج کر ۹ منٹ، پاکستان میں ۹ بجکر ۹ منٹ رات۔ مشرقی پاکستان میں دس بجکر ۹ منٹ رات اور جزائر فجی اور سائبریا میں چار بجکر ۹ منٹ سحری کا وقت ہوگا اور تاریخ ۲ ستمبر ہی ہوگی۔ کیونکہ یہ مقامات بین الاقوامی تاریخ خط کے مشرق میں واقع ہونگے۔ حکومت حجاز اسی قران کے لمحہ یعنی ۲ ستمبر ۷ بجکر ۹ منٹ رات کو دوسرے دن عید منانے کا اعلان کرتی ہے تو جزائر فجی اور سائبریا کا مسلمان کیا کریگا۔ اگر اس دن دو ستمبر کو عید کر لے تو اتحاد ممکن نہیں کہ حجاز میں عید ۳ ستمبر کو ہوگی اور اگر روزہ رکھے تو کیوں رکھے نیا چاند تو ہو چکا اور یہی صورت حال روزے کے شروع کرنے یا دوسرے امور میں بھی پیش آسکتی ہے۔

علامہ کیلانی صاحب کے اس معلوماتی بیان پر عرض ہے کہ اس بیان میں واضح ہے کہ اسلامی مملکتوں میں پاکستان، بنگلہ دیش، مصر، سوڈان، سومال، یمن، ترکی، شام، اردن، فلسطین وغیرہ ایک ہی تاریخ کو عید بھی کر سکتے ہیں اور روزہ بھی رکھ سکتے ہیں کیونکہ ان ممالک میں چاند کے طلوع کے وقت ایک ہی تاریخ ہوگی ایک ہی رات ہوگی اور صبح ایک ہی دن میں روزہ و عید اپنے اپنے مقامی وقت میں ادا کر سکتے ہیں لہذا یہ ممالک ایسا کیوں نہیں کرتے ان کو کونسی مشکل ہے۔ جبکہ یہاں مکمل اتحاد موجود ہے۔ رہا مسئلہ ان ممالک کا جہاں رات اور دن کا فرق آجاتا ہے جیسے کہ جس جگہ چاند ہوا وہاں رات ہے اور دوسرے کسی ملک میں دن ہے تو اس کا اتحاد اس طرح ممکن ہے کہ جہاں چاند ہوا اس ملک کی تاریخ یکم رمضان یا یکم شوال ہوگی اور وہ ممالک جہاں رات نہیں دن ہے تو ان ممالک میں بھی یہی اسلامی تاریخ ہوسکتی ہے کیونکہ تاریخ چوبیس گھنٹوں کے بعد جا کر تبدیل ہوتی ہے اور دنیا میں کہیں بھی چوبیس گھنٹوں کا فرق نہیں ہے۔ وہاں پر یہ اتحاد ممکن ہے اس لئے چاند کی اس نئی تاریخ میں سب ممالک شریک ہونگے۔ مثلا برطانیہ میں جیسا کہ مولانا کیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے شام کے چار بجکر ۹ منٹ پر چاند طلوع ہوگا تو اس وقت یہ شوال کی پہلی تاریخ ہوگی اور اس وقت سے اگلے دن کے چار بجے شام تک یہی تاریخ ایک

رہے گی۔اس کے بعد یہ تارخ بدل جائے گی تو ان چوبیس گھنٹوں میں دنیا کے تمام مما لک جہاں پر ایک اسلامی تاریخ ہوگی وہ ایک ہی تاریخ کو روزہ بھی رکھ سکتے ہیں اور عید بھی کر سکتے ہیں۔اور مولانا کیلانی کا یہ سوال کہ جزائر فجی اور سائبریا والے حجاز مقدس کے ساتھ عید نہیں کر سکتے کیونکہ عید ۳ ستمبر کو ہوگی اور ان جزائر والے عید کریں تو ۲ ستمبر کو کریں گے لہذا دونوں عیدوں میں تاریخ کا اتحاد نہ رہا۔تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ہم نے اتحاد کے لئے اسلامی ہجری تاریخ کو دیکھنا ہے نہ کہ انگریزی تاریخ کو اور مولانا مرحوم نے خود فرمایا ہے کہ جب چاند لندن میں چار بجے شام طلوع ہوگا تو حجاز میں اس وقت سات بجے کا ٹائم ہوگا اور مذکورہ جزائر میں صبح چار بجے سحری کا وقت ہوگا تو اس سے معلوم ہوا کہ جزائر فجی اور سائبریا میں بھی شوال کی وہی ایک تاریخ ہوگی جو حجاز مقدس اور دوسرے اسلامی مما لک میں ہوگی اور یہاں ہمارا اتحاد سے مقصد تاریخ اسلامی کا اتحاد ہے وقت کا اتحاد نہیں ہے کیونکہ وقت کا اتحاد قطعاً ممکن نہیں جو سب کو معلوم ہے تو ہمارے جمہور علماء جن میں أئمہ اربعہ بھی شامل ہیں کے اتحاد سے مراد یقیناً تاریخ اسلامی کا اتحاد ہے وقت کا نہیں۔لہذا ایسی صورت میں مذکورہ جزائر والے اپنے وقت کے مطابق رمضان اور عید کے تہورار پر عمل کریں گے جو یقیناً مغربی مما لک پر وقت کے لحاظ سے مقدم ہوگا۔لہذا جو صورت مولانا کیلانی نے لکھی ہے اس میں مذکورہ جزائر والے جب لندن کے چاند کی اطلاع پائیں گے اپنی صبح کے بعد آٹھ بجے عید کریں گے اس وقت حجاز میں یا دوسرے اسلامی مما لک میں رات کا جو بھی وقت ہوگا وہ قطعاً اس تاریخی اتحاد میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

اس کے بعد حضرت علامہ کیلانی صاحب نے فرمایا ہے یہ تھا نئے چاند یا قران کا مسئلہ اب ہم دیکھیں گے کہ اگر نئے چاند کے بجائے رؤیت ہلال ہی کو بنیاد قرار دیا جائے تو آیا کہ وحدت واتحاد ممکن ہے۔ علم ہیئت کی رو سے چاند جسکی رؤیت کے لئے دنیا بھر کے تمام مقامات پر ۲۴ گھنٹے کے بجائے ۲۴ گھنٹے ۴۹ منٹ کا عرصہ درکار ہے تو اگر دنیا بھر کے لئے رؤیت ہلال کا اعلان کر دیا جائے تو اس مثال بالا سے

زیادہ الجھن پیش آسکتی ہے۔مثلاً اوپر والی مثال میں ۳ستمبر ۱۹۷۸ء کو مکہ مکرمہ میں رؤیت کی شہادت مل جاتی ہے اور ساڑھے سات بجے شام اگلے دن کے لئے عید کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو میکسیکو، شمالی امریکہ میں اس وقت ساڑھے نو بجے دن کا وقت ہوگا۔کیا یہ لوگ اس دن روزہ پورا کر کے دوسرے دن عید منائیں گے یا فوراً افطار کر کے اسی دن اور اسی وقت عید کریں گے۔ان دونوں صورتوں میں سے مکہ مکرمہ سے وحدت کی کونسی صورت ممکن ہے؟۔

اس سوال کے جواب میں عرض ہے کہ جب ہم ایک جگہ کے چاند کو پوری دنیا کے لئے مانتے ہیں اور ہر جگہ اس کا حکم لاگو کرتے ہیں تو ایسی صورت میں لازماً جب امریکہ کی اس ریاست میں مکہ میں نمودار ہونے والے چاند کا اعلان پہنچتا ہے تو ان کو روزہ ترک کر کے اسی دن اور اسی وقت نماز عید ادا کرنا ہوگی کیونکہ جب چاند ہو چکا تو روزہ برقرار رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور چونکہ وہاں پر نماز کا وقت موجود ہے اس لئے وہ اسی وقت نماز عید ادا کریں گے جیسے کہ کسی جگہ گذشتہ رات کے چاند کی خبر ملے تو روزہ ترک کر کے نماز عید کا وقت ہو تو پڑھنے کا حکم ہے۔رہا ان لوگوں کا مکہ والوں کے ساتھ اتحاد تو اس صورت میں بھی اسلامی تاریخ دونوں ملکوں کی ایک رہے گی۔کیونکہ مکہ میں رات کے سات بجے جب چاند ہوا تو اس وقت سے یعنی سات بجے ہی سے شوال کی اول تاریخ شروع ہوگئی اور یہ اگلے دن رات کے سات بجے کے بعد جا کر تبدیل ہوگی اور حضرت علامہ کیلانی نے خود لکھا ہے کہ جب مکہ میں رات کے سات بجے ہونگے تو امریکہ کی اس ریاست میں دن کے نو بجے ہونگے تو یہ تاریخ دونوں ملکوں کی ایک ہوگی اور ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ جمہور علماء کے اتحاد کے قول میں اسلامی تاریخ کا اتحاد مراد ہے وقت کا نہیں۔مولانا کیلانی اور ان کے ہمنوا علماء ایسے سوالات اس لئے کرتے ہیں کہ وہ جمہور علماء کے بیان کردہ اتحاد سے مراد تاریخ اور دن اور وقت سب کا اتحاد سمجھتے ہیں جو تقریباً ناممکن ہے اور ہماری نظر میں ان فقہاء کے قول میں صرف تاریخ کا اتحاد ہی مراد ہے کیونکہ یہی ممکن ہے اس لئے ان کے اقوال کو اسی

صورت پرمحمول کیا جائے وقت کے اتحاد پرنہیں۔اوراس بات کا ثبوت کہ ہمارے یہ موجودہ علماء تاریخ کے اتحاد کے ساتھ وقت کا اتحاد بھی ضروری سمجھتے ہیں یہ ہے جومولانا کیلانی نے اس کے بعد لکھا ہے۔وہ فرماتے ہیں اعلانات کے ذریعے دنیا بھر میں قمری مہینے کی تاریخ کو ایک بنانے کا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے اور کسی مخصوص دن اور مخصوص وقت پر شعائر کی ادائیگی میں اتحاد اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔اگر ہم چاہیں کہ حج کے دن حجاج کرام کی دعاؤں کے وقت ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہوکر یہ عبادات بجالائیں تو یہ مشکل سی بات ہوگی۔کیونکہ ۹ ذوالحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے لے کر شام تک حجاج کرام میدان عرفات میں دعائیں کرتے ہیں۔یہی حج کا رکن اعظم اور اصل حج ہے۔غروب آفتاب کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر انھیں مشعر الحرام پہنچنا ہوتا ہے۔اس وقت ہند اور چین کے مسلمان گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اور آسٹریلیا میں سحری کا وقت ہوتا ہے کیا وقت کی مطابقت کے لئے مسلمانوں کو مجبور کیا جاسکتا ہے۔(کتاب حضرت علامہ ناصر ص۵۵ اور ۵٦)،مولانا کیلانی رحمہ اللہ کے اس بیان سے واضح ہے کہ وہ اور یہ علامہ عبدالوکیل صاحب اور حسن مدنی صاحب اور علامہ ڈاکٹر ابو جابر دامانوی صاحب اور مولانا لکھوی صاحب وغیرہ وغیرہ سب نے جمہور علماء کے چاند کے مسئلے میں اتحاد سے مراد وقت کا اتحاد سمجھا ہوا ہے۔اسی لئے وہ اس قسم کی مشکلات کا ذکر فرمارہے ہیں اور یہ قطعی طور پر غلط ہے۔مؤلف حقیقت مطالع ومسئلہ رؤیت ہلال علامہ عبدالوکیل ناصر صاحب نے اپنی کتاب ص۱۱۲ میں مولانا مقصود الحسن صاحب کے رسالے سے وہی بات نقل کی ہے جو مولانا عبدالوکیل صاحب نے عبدالرحمٰن کیلانی سے نقل کیا ہے کہ سعودیہ میں اگر چاند ہوجائے تو جزائر فیجی والے کیسے عید منائیں گے جب کہ وہاں وہ لوگ فجر کی نماز سے ابھی فارغ ہوئے ہونگے کیونکہ دونوں ملکوں کی توقیت میں 9اور 10 گھنٹے کا فرق ہے۔پھر فرماتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ وہ لوگ اسی دن اپنی عید کس طرح منا سکتے ہیں ایسی وحدت پر کیسے عمل ہوسکتا ہے جس کا راگ الاپا جارہا ہے۔مولانا کے یہ الفاظ جس وحدت کا

راگ الاپا جا رہا ہے قابل تحسین ہیں اور قابل قدر کیونکہ ان الفاظ میں تمام ان علماء کے فتاوی کو جنہوں نے اس وحدت پر زور دیا ہے اور اس کو اسلام کی غرض و غایت قرار دیا ہے راگ سے تعبیر کیا ہے اور اپنی ساری کتاب میں موجودہ علماء کے اقوال نقل کئے ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ وحدت قطعاً ناممکن ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر واقعی یہ وحدت ناممکن تھی تو تمام جمہور علماء جو دین کے عمائدین اور ستون ہیں اس بات سے جاہل رہے ہیں کہ وہ ایسی بات کہہ رہیں جو نہ کبھی ممکن تھی اور نہ ہے۔ اور اس کے بعد مولانا بہاول پوری رحمہ اللہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ میرے بھائیو بات یہاں ختم نہیں ہوگی بلکہ وہ زمانہ بھی دور نہیں جب سارے ملک میں ایک ہی دن روزہ رکھا جائے گا اور ایک ہی دن نماز پڑھی جائے گی۔ ٹیلی ویژن پر اعلان ہو جائے گا سب کے لئے وہی اذان وہی امام لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ کر اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں گے اس کو اتحاد ملی کہا جاتا ہے۔ اور مولانا مودودی صاحب کے الفاظ ص ۱۰۹ پر یوں درج ہیں۔ کہ یہ بات دراصل فکر و نظر کی غلطی ہے دین سے ناواقفیت کی بناء پر ایسی باتیں کی جارہی ہیں اور یہ باتیں زیادہ تر وہی لوگ کرتے ہیں جو رمضان کے روزے نہیں رکھتے۔ مولانا مودودی صاحب کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جن علماء وفقہاء نے اس وحدت کی بات کی ہے وہ قطعاً فکر و نظر سے خالی تھے بلکہ شاید وہ بے نماز و بے روزہ بھی تھے اس وجہ سے ایسی باتیں لکھ اور کہہ گئے ہیں۔ اور جو فکر و نظر اور تحقیق مولانا نیازی، مولانا فیضی، مولانا مودودی کو حاصل ہے وہ لوگ اس سے نابلد تھے۔ مولانا ناصر صاحب نے ایک اور مولانا عبدالقدوس صاحب ہاشمی کے الفاظ نقل کئے ہیں یہ مولانا کتب خانہ ادارہ تحقیق اسلامی، اسلام آباد کے مہتمم ہیں وہ فرماتے ہیں۔ ہماری یہ تمنا کہ ہماری نمازیں سب جگہ ایک وقت میں ہوں ہمارے روزے سب جگہوں پر ایک وقت پر شروع ہوں کیسی معصومانہ تمنا نظر آتی ہے اس تمنا کو کیا نام دیا جائے۔ ہمارے یہی صاحبان اگر دین اسلامی کے محقق بن کر فتوے صادر کریں تو ایسے دین اسلام کی خیر منانی چاہیئے۔ یہ لوگ فقہاء و علماء متقدمین کی عبارات کا

مطلب ومفہوم ہی نہیں سمجھ پائے۔انہوں نے یہ سمجھا کہ ان فقہاء کی وحدت سے یہ مراد ہے کہ روزہ وعید سب جگہ ایک وقت ایک گھنٹے میں ہونے چاہئیں جو کسی طرح ممکن نہیں جن لوگوں کے علم کا یہ حال ہو وہ وحدت اسلامی کی دعوت کو راگ الاپنا نہیں کہیں گے تو کیا کہیں گے۔جن لوگوں کے علم کا یہ حال ہو کہ پانچ نمازوں اور نماز عید کے اوقات کو ہمارے بیانات سے ایک سمجھ بیٹھے ہوں تو وہ وہی کچھ کہیں گے جو بہاول پوری صاحب کے کلام میں گزرا ہے۔ان بیچاروں کو اتنا علم نہیں کہ روزہ اور نماز عید کا تعلق چاند سے ہے اور وہ مغرب سے طلوع ہوتا ہے اور فرض نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج سے ہے وہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اس لئے یہ اعتراض ہی سراسر جہالت پر مبنی ہے کہ اگر روزہ ایک وقت میں کرتے ہو تو نمازیں بھی سب ایک وقت پر پڑھو۔

مولانا عبدالوکیل ناصر صاحب نے اپنی کتاب کے (ص:۹۲) پر لکھا ہے کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے کہا ہے جس کو چاند دیکھنے کی اس وقت خبر پہنچی جب وہ اس رویت کی بناء پر روزہ یا قربانی وغیرہ کو ادا کر سکتا ہو تو اس چاند کو معتبر سمجھنا معتبر ہے نصوص اور آثار سلف اس پر دال ہیں۔مگر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نصوص اور آثار سلف صالحین نقل نہیں کئے تا کہ اس کے اوپر اطمینان کیا جاتا اور اس اطلاق کو عقل اور شرح دونوں ہی نہیں مانتے کیونکہ آجکل خبر تو نئے آلات کے ذریعے دنیا کے ہر شہر میں پہنچائی جا سکتی ہے اور بروقت ایسا ممکن ہو چکا ہے مگر جن دنیا کے ممالک میں دن اور رات کا فرق ہے اور اوقات نماز کا فرق ہے وہ خبر کے بلوغ سے رویت پر کیسے اعتبار کریں۔اس کا جواب میں عرض کر چکا ہوں کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ اور ائمہ اربعہ وجمہود علماء وفقہاء کے اقوال کا مطلب جو وحدت کے بارے میں ہے یہ ہے کہ یہ تمام ممالک ایک دن (یعنی ایک تاریخ میں کیونکہ یوم کا لفظ جس کا معنی دن ہے رات و دن کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔یعنی چوبیس (۲۴) گھنٹے میں)روزہ وعید کر سکتے ہیں کسی مخصوص وقت کا اتحاد اس میں شرط نہیں۔ بلکہ سب اپنے اپنے مقامی وقت پر یہ عبادات سرانجام دیں گے اور ان سب کی رمضان یا شوال کی ایک

تاریخ ہوگی اور اگر کسی کے ہاں رات ہے تو وہ اگلے دن روزہ رکھیں گے اور کسی کے ہاں دن ہے تو
خبر ملنے پر امساک کریں گے یعنی اس وقت روزے کی نیت سے کھانا پینا سب ممنوعہ چیزیں ترک کر دیں
گے۔اور اگر عید کا چاند ہے تو جن کے ہاں رات ہے وہ اگلے دن نماز عید ادا کریں گے اور خبر ملنے پر جن
کے ہاں دن ہے تو وہ اسی وقت نماز عید ادا کریں گے۔اور مشرقی ممالک والے مغرب کے چاند کی خبر
جب ان کو ملی وہ اہل مغرب سے پہلے یعنی اسی وقت نماز عید ادا کریں گے اور اہل مغرب جہاں چاند ہوا
وہ اہل مشرق سے کئی گھنٹوں بعد دن کو اپنے وقت پر نماز عید کریں گے۔الغرض فقہاء وعلماء کے اقوال
سے مراد صرف تاریخ اسلامی کا اتحاد ہے نہ کہ وقت کا اتحاد۔یہ بعینہ اسی طرح ہے جس طرح عیسائی اپنا
مذہبی تہوار اپنے اپنے وطن میں اپنے اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں مگر ان سب کی انگریزی تاریخ ایک
ہوتی ہے اور مولانا عبدالوکیل صاحب نے اپنی کتاب میں بہت علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وحدت
رمضان یا وحدت عید نہ ہونے پر غیر مسلموں کی طرف سے اعتراض آتا ہے جو قابل قبول نہیں اسکے
متعلق عرض ہے کہ آج کے یہودی علماء ہوں یا عیسائی وہ دین اسلام کے بارے میں بہت معلومات رکھتے
ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ مسلمان علماء متقدمین اور فقہاء کی تصریحات کے باوجود متاخرین علماء مسلمین
ایک دن رمضان اور عید نہیں کرتے اس کی وجہ کیا ہے جب کہ تمام ملکوں کے مسلمان ایک تاریخ کو رمضان
وعید کر سکتے ہیں اور دنیا کے تمام مسلمانوں کی چاند کی تاریخ ایک ہو سکتی ہے تو جب یہ سب کچھ ممکن ہے تو
مسلمان اپنی اس وحدت کو بروئے کار کیوں نہیں لاتے۔اور ہمارے سادہ لوح مسلمان اپنے وقت کے کم
علم وفہم علماء کی تقلید میں غیر مسلم علماء کے ان معقول اور جائز اعتراض کو غیر معقول کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں۔

علامہ ناصر صاحب نے اپنی کتاب (ص:۱۰۹) پر لکھا ہے کہ مولانا مودودی نے کہا ان حضرات کو پہلی
غلط فہمی تو یہ لاحق ہے کہ عید ان کے نزدیک کرسمس یا ہولی یا دیوالی کی طرح کوئی تہوار ہے یا پھر قومی جشن
ہے جسے مسلمانوں کے قومی اتحاد کا نشان بنایا جا رہا ہے حالانکہ دراصل عید کا تعلق ایک عبادت سے ہے

جو رمضان کے آغاز سے شروع ہوتی ہے۔

مولانا مودودی صاحب کا یہ فرمان کہ رمضان یا عید کوئی قومی تہوار نہیں جس کو ایک دن منانا ضروری ہو۔ اس پر ہماری عرض یہ ہے کہ مولانا کی قومی تہوار سے مراد کیا ہے اگر اس سے مراد قومی دن ہو جس میں مسلمان خوشی منائیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کھائیں پئیں کھیلیں کو دیں نئے کپڑے پہنیں تو واقعی عید کا دن یہی مفہوم رکھتا ہے اور ان ہی مقاصد و معمولات کے لئے یہ دن مقرر ہے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک بار رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے ان کے پاس دو لڑکیاں دف بجا کر گانا گا رہی تھیں جو جنگ بعاث کے موقعہ پر انصار نے گایا تھا اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے ان لڑکیوں کو منع کیا اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر ان کو گانے دو یہ آج ہمارا عید کا دن ہے ہر قوم کی اپنی اپنی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔(بخاری و مسلم، مشکوۃ مع شرح طیبی ص ۲۳۹ ج ۳)

اس حدیث میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔ تو آپ کے اس فرمان سے کیا مراد ہے ہر قوم کی عید ہے ظاہر ہے اس سے آپکی مراد غیر مسلموں کے تہوار ہیں آپنے فرمایا ان کے بھی تہوار ہیں اور آج ہمارا تہوار ہے۔ اور غیر مسلموں کے یہی تہوار بنی ﷺ کے زمانے میں بھی تھے اور آج بھی ہیں اس لئے آپنے انہیں تہواروں کی طرف اشارہ فرمایا ہوگا بہر حال مقصد یہ ہے کہ عید اور رمضان ہمارے قومی و اسلامی تہوار ہیں اسی طرح جمعہ بھی ہمارا اسبوعی تہوار ہے اسی طرح حج بھی ہمارا تہوار ہے تو ان عبادات کو تہوار کی تعریف سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ ناصر صاحب نے اپنی کتاب کے (ص:۸۱) پر لکھا ہے کہ شام اور حجاز کی سرحدیں ملی ہوتی ہیں لیکن شام کے چاند کا مدینہ میں اعتبار نہیں کیا جاتا اسی کو فرمان رسول ﷺ اور شریعت کا مسئلہ بتلایا جاتا ہے صحابہ کی بڑی جماعت مدینہ میں موجود ہے بالاتفاق یہاں ہفتہ کا روزہ ہوا ہے سچی خبر پہنچتی ہے کہ شام میں ایک

روز پہلے چاند ہوا ہے اور روزہ پہلے ہوا ہے لیکن مدینہ کے صحابہ کے اجماع پر وہاں کے چاند کی رویت کا اعتبار یہاں کے لئے نہیں کیا گیا یا تو اہل مدینہ کے عمل کو حجت بتلایا جاتا ہے یا آج اس مسئلہ کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی الغرض اجماع صحابہ اور حکم نبوی سے یہ ثابت ہے کہ دور دراز کی خبر معتبر نہیں (اخبار محمدی)

علامہ ناصر صاحب کی یہ نقل کردہ عبارت بتلا رہی ہے کہ اس علامہ کی نظر میں اور اخبار محمدی میں لکھنے والے صاحب بلکہ آج کے اس نظرے کے حامل علماء کریب اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آپس کی گفتگو میں اجماع صحابہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ مدینہ کے تمام صحابہ نے یہ خبر سن کر اس کو رد کر دیا۔ معلوم نہیں ہمارے یہ علماء کہاں سے علم و فقاہت و فتوی نویسی کی سندیں لیکر آتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اس کے غلام کریب کی ایک نجی گفتگو کو جو غالباً ان کے گھر میں ہوئی ہو گی اجماع صحابہ کا نام دے دیا گیا کریب ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام فضل نے اس کو اپنے کسی ذاتی کام کے لئے شام بھیجا تھا تو واپسی پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ان سے کی گفتگو ہوئی ظاہر ہے کہ یہ گفتگو گھر کی ہے اور اس گفتگو کو کریب کے سوا کوئی دوسرا راوی بیان نہیں کرتا احادیث کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ صرف کریب کی زبانی مذکور ہے اسی لئے اس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن صحیح غریب کہا۔ سنن ترمذی کتاب الصیام باب ۹: غریب وہ حدیث ہوتی ہے جس کا راوی متفرد ہو اس واقعہ کو کوئی دوسرا بیان نہ کرتا ہو لہٰذا اس انفرادی واقعہ کو جو ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اس کے غلام تک محدود ہو اجماعی شکل دینا اور اس کو تمام صحابہ کا اجماع کہنا انہیں علماء کی شان ہے جو کسی جنگل سے پڑھ کر آئے ہوں کسی خاص علمی مدرسے سے نہیں۔

اور علامہ ناصر صاحب نے بعض علماء و فقہاء کا یہ کلام نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث پر لکل ((بلد رویتھم)) کا باب باندھا ہے۔ حالانکہ امام بخاری اس حدیث کو لائے ہی نہیں چہ جائے کہ انہوں نے اس کے اوپر ایسا باب باندھا ہو۔ بخاری کے شارحین میں سے کسی نے بھی اس حدیث کے سلسلے میں بخاری کا حوالہ نہیں دیا۔ علامہ ناصر صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۵۲ میں فرمایا ہے۔ واضح

رہے کہ وحدت رویت پر کوئی صریح دلیل قرآن وسنت میں موجود نہیں صرف چند استدلالات ہیں۔﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ اس آیت میں تمام امت کو خطاب ہے اور کسی قوم یا علاقے کے ساتھ خاص نہیں ہے چاند کی خبر کہیں سے بھی آئے روزہ رکھنا ہر شخص پر فرض ہو جائے گا۔

تبصرہ

اولا: اللہ تعالیٰ نے روزے کے وجوب کو رویت کے ساتھ خاص کیا ہے خواہ یہ رویت حقیقی ہو یا حکما۔ یعنی ایک مسلمان خود چاند دیکھے یا جس جگہ رہتا ہے وہاں کے رہنے والے چاند دیکھیں۔ پہلی صورت میں رویت حقیقی ہوگی اور دوسری صورت میں حکمی ہوگی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص ایسی جگہ رہ رہا ہے جہاں مطلع کے اختلاف یا کسی اور سبب سے چاند نظر ہی نہیں آیا تو وہاں نہ رویت حقیقی ہے نہ حکمی پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ﴾ کے حکم ہیں وہ داخل ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے آپکا یہ قول کہ وحدت رویت کی کوئی صریح دلیل قرآن وسنت میں نہیں ہے صرف چند استدلالات ہیں کیا آپ کے پاس کوئی ایسی صریح دلیل موجود ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا ہر بلد کی اپنی رویت ہے اور محدثین کا صحیح مسلم کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر یہ باب صریح ہے یا صرف استدلال ہے ظاہر ہے کہ اس کو نص صریح تو نہیں فرما سکتے لہٰذا آپکو ماننا پڑے گا کہ یہ صرف استدلال ہے اور پھر آپکو یہ بھی تسلیم ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیث ((صوموا لرؤیته)) سے بطور استدلال شام والوں کی رویت کا اعتبار نہیں کیا تھا۔ یعنی ان کے پاس کوئی نص صریح نہیں تھی۔ تو کیا آپکا مذہب استدلالات کی دلیل سے صحیح ہے اور مخالفین کا غلط ہے۔ اور پھر آپ جمہور علماء کی دلیل قرآنی آیت: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ﴾ کو نص صریح نہیں صرف استدلال سمجھتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے۔ جبکہ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ پس جو شخص پالے ماہ رمضان کو وہ اس ماہ کا روزہ رکھے اس میں ماہ

رمضان کو پانے پر روزہ فرض کیا گیا ہے چاند دیکھنے پر نہیں یعنی یہ نہیں کہا جو چاند دیکھے تو روزہ رکھے یا جس کا مطلع ایک ہو وہ روزہ رکھے بلکہ فرمایا جو رمضان پالے۔اب آپ یہ فرمائیں جس شخص کو دوسرے شہر سے خبر ملی کہ چاند ہو گیا کیا اس نے رمضان پایا نہیں کیونکہ رمضان پانے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کو خبر ملی رمضان ہو گیا ہے یہ خبر قریب کی ہو یا بعید کی، آیت میں اس کو مطلق رکھا گیا ہے اور مطلق کو کسی واضح صریح صحیح دلیل سے مقید کیا جا سکتا ہے کسی استدلالی دلیل سے نہیں تو آپ اس مطلق حکم کو کس دلیل سے مقید کر دیا کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس مطلق کو جو قرآن کے اندر موجود ہے اختلاف مطالع کے ساتھ مقید کیا جا سکتا ہے اور پھر آپ یہ بھی بتائیں کہ اس آیت کو آپ اس معنی پر محمول کرتے ہیں کہ جس جگہ پر چاند ہو چکا ہو وہی روزہ رکھیں کیا یہ لوگ چاند ہوتے ہی روزہ رکھ لیں کیونکہ حکم ہے چاند کی رؤیت کے وقت روزہ رکھ لیں۔

ظاہر ہے کہ آپ یہ فتویٰ نہیں دیں گے تو پھر آپ کے ہاں اس آیت کا کیا معنی ہوگا۔کیا اس آیت کا یہ معنی صحیح نہیں کہ جہاں رات ہو وہ اگلے دن روزہ رکھیں اور جہاں دن ہو اور ماہ رمضان کے دخول کی ان کو خبر ملے وہ اسی وقت روزہ رکھیں، کھانا، پینا بند کر دیں جیسا کہ سعودیہ کے چاند کے حوالے سے علامہ کیلانی نے جزائر فجی اور سائبریا کا سوال کیا تھا کہ سعودیہ میں چاند کے طلوع کے وقت وہاں پر سحری کا وقت ہوتا ہے تو یہ لوگ اس آیت کے اولین مخاطب ہونگے کیونکہ وہاں دن ہے روزے کا وقت ہے اور ہم اس آیت کے نو یا دس گھنٹے بعد مخاطب ہونگے اور روزہ رکھ پائیں گے اسی طرح جب پاکستان میں رات کے نو ہوتے ہیں تو امریکہ کے واشنگٹن میں دن کے بارہ بج رہے ہوتے ہیں اس طرح یہ آیت کریمہ ان کو اولاً شامل ہوگی اور سعودیہ وغیرہ کو بعد میں یہ حکم لاگو ہوگا، اسی طرح حدیث رسول ﷺ کے یہ الفاظ، ((صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته)) کا جو صاف اور واضح معنی ہے وہ یہ ہے۔چاند کے دیکھنے کے وقت روزہ رکھو اور دیکھنے کے وقت روزہ کھول دو۔کیا جب چاند رات کو طلوع ہو ہم روزہ شروع کر دیں

اوراس وقت تک روزے سے رہیں جب تک دوبارہ چاند طلوع نہ ہوکیا اس حدیث کا آپ یہ معنی کریں گے ظاہر ہے یہ معنی آپکو مقبول نہیں تو پھر آپکو اس کا یہ معنی قبول کرنا ہوگا کہ جب چاند کی رویت کی خبر مل جائے تو روزہ رکھو اس اعتبار سے جہاں پر چاند کی خبر ملنے کے وقت دن ہوگا وہ اس حدیث کے اول مخاطب ہونگے اور جہاں پر رات ہے وہ بوقت دن اس کے مخاطب ہونگے اوراس وقت روزہ رکھیں گے۔اس طرح قرآن کی آیت کی طرح یہ حدیث بھی بلاد بعیدہ کو جہاں پر دن ہوگا اولا شامل ہوگی اور جہاں پر رات ہوگی اس کا حکم کئی گھنٹوں کی تاخیر سے اُن کولا گو ہوگا۔اسی طرح حدیث رسول ﷺ ((الصوم یوم تصومون والا فطار یوم تفطرون)) چاند کی رویت سے بلاد بعیدہ کو اولا شامل ہوگی اور قریب کے بلاد میں جہاں پر اس وقت رات ہوگی دن کے وقت قابل عمل ہو سکے گی۔اس حدیث کا عموما یہ معنی کیا جاتا ہے کہ تمہارا روزہ اسی دن ہے جس دن تم روزہ رکھو اور افطار اس دن ہے جس دن تم افطار کرو۔اس معنی سے اس حدیث کا کیا مفہوم بنے گا۔کیا رسول اللہ ﷺ لوگوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس دن بھی روزہ رکھ لو وہی تمہارے روزے کا دن ہے خواہ رمضان ہو یا نہ ہو اور تمہارا افطار کا وہ دن ہے جب تم روزہ ترک کردو خواہ رمضان کا اختتام ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ اس حدیث کے ظاہری معنی سے تو یہی مفہوم نکلتا ہے کیا یہ مفہوم حضرت علامہ ناصر اور انکے مؤیدین کو قبول ہوگا۔اور جب یہ قبول نہیں تو آپ کو یہ معنی قبول کرنا ہوگا کہ تمہارا روزہ بھی اس دن ہے جس دن تمہارے بھائی چاند دیکھ کر روزہ شروع کر چکے ہوں اور تمہارا افطار کا وہ دن ہے جب تمہارے بھائی چاند دیکھ کر افطار کر چکے ہوں۔یعنی اس حدیث میں روزے وعید کے وقت کو جمہور مسلمین کے عمل کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور جماعت قلیلہ کو اپنی رائے واجتہاد پر عمل سے روکا گیا ہے تو جمہور مسلمین سعودیہ،عرب امارات،مصر،کویت،ار دن،شام،فلسطین،عراق،ترکی،سوڈان،صومال،تو عید کررہے ہوں اور پاکستان کے لوگ روزے سے ہوں کیا یہی جمہور مسلمین کے ساتھ اجتماعیت کا ثبوت ہے جس کا اس حدیث میں حکم ہے بلکہ پاکستان کا

تو یہ حال ہے کہ اس ملک کے مغربی حصے کے کچھ لوگ بسا اوقات اپنے ملک کے ساتھ عید نہیں کرتے۔
جب پاکستان کا ایسا حال ہے تو ظاہر ہے کہ اس قوم کا نہ آیت: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ﴾ پر عمل ہے نہ مذکورہ کسی حدیث پر خوامخواہ حضرت علامہ ناصر نے اپنی کتاب کے ورق کالے کئے ہیں کسی کام کی بات کا ذکر اُس میں نہیں جو معیاری ہو باوزن ہو قرآن وسنت کے موقف کے ساتھ ہم آہنگی رکھتی ہو۔
اور اس حدیث الصوم یوم تصومون سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب اہل مغرب چاند دیکھ کر روزہ شروع کر دیں اور اہل مشرق کو اس کی خبر مل جائے تو یہ حکم ہم پر بھی لاگو ہوگا کیونکہ جب ہمارے بھائی روزہ رکھ رہے ہوں تو ہم کو بھی روزہ رکھنا ہوگا اور جب ہمارے یہ بھائی عید کر رہے ہوں تو ہم کو اُس تاریخ کو عید کرنی ہوگی محترم مولانا عبدالوکیل صاحب نے اپنی کتاب کے ۱۲۶، پر ہمارے رسالے پر یوں تبصرہ فرمایا ہے اس کتابچہ کو ۳ أئمہ وحدت نے مرتب کیا ہے جن میں دو امام تو گمنام مجھول الحال ہیں جب تیسرے بدقسمتی سے بدنام ہیں اُس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اس رسالہ کے مؤلف عطاءاللہ ڈیروی صاحب ہیں جو ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے ہیں دینی تعلیم دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیروالا سے مولانا سلطان محمود صاحب غفراللہ لہ اور مولانا محمد رفیق صاحب اثری سلمہ اللہ کی شاگردی میں مکمل کی کچھ عرصہ انہوں نے کوٹ چھٹہ ضلع وتحصیل ڈیرہ غازی خان کی جامع مسجد اہلحدیث غرباء جمعہ وجماعت کی خدمات سرانجام دیئے پھر کچھ عرصہ اپنے گاؤں کے قریب ایک گاؤں میں بچوں کو پڑھایا پھر اس کے بعد امارات عربیہ متحدہ کی ریاست شارجہ میں امامت کی ڈیوٹی میں خدمات سرانجام دیں تیس ۳۰ سال کا عرصۃ وہیں پر صرف کئے حال میں اَپ وطن عزیز میں مستقل طور پر واپس تشریف لا چکے ہیں اب اپنے ایک گاؤں میں جمعہ وجماعت کی خدمات میں مشغول ہیں یہ رسالہ رویت ہلال وہیں شارجہ ہی ہیں مرتب کیا گیا تھا جو حال میں دارالتقوی سے شائع ہوا۔ موصوف عطاءاللہ صاحب آپ کے ہاں اگر مجھول الحال ہیں مجھول المقال تو نہیں انکی علمی خدمات میں چھوٹی سی خدمت یہ رسالہ ہے اس میں علمیت ہے یا

جہالت اس کا فیصلہ آپ نہیں عوام اس کو پڑھ کریں گے۔ اور موصوف کا ایک اور رسالہ بنام، زمین پر انسان کی خلافت بھی عرصہ سے شائع ہو چکا ہے اور زیورات میں ذکوٰۃ کا حکم بھی منظر عام پر آ چکا ہے کچھ اور رسالے بھی مرتب ہو چکے ہیں جیسے رسالہ تصوف، رسالہ مسئلہ تقدیر، اور ایک رسالہ القول "البليغ في التحذير من جماعة التبليغ" شرکیہ اعمال کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ اور چند رسالوں کا مجموعہ مرتب ہو چکا ہے جس کا عنوان ہے مجموعہ مقالات، اس میں پانچ رسالے ہیں ابن عربی الصوفی کا عقیدہ وحدۃ الوجود، کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت، عکسی تصویر کی شرعی حیثیت، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی عمر کا تعین، رسالہ رویت ہلال جو طبع ہو چکا ہے) اس کے بعد حضرت علامہ نے لکھا ہے۔ اس کتابچہ کی سب سے بڑی علمی خدمت یہ ہے کہ اس نے امت مسلمہ کو وحدت رویت کی شکل میں اتفاق و اتحاد کی سبیل دکھائی ہے مگر کیا کریں کچھ لوگ اس نکتہ عالمانہ و فاضلانہ کو غلط سمجھ بیٹھے اور انہوں نے اپنی عید لوگوں سے جدا کر کے ایک گھر و بنگلے میں تفرق و تشتت کی طرح ڈال دی۔ (انا الله وانا اليه راجعون)

اور ابھی تو ابتداء ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ یہ ہیں حضرت علامہ کے الفاظ، اس کے اوپر ہماری عرض یہ ہے کہ وحدت امت و توحید الٰہی کا جب نبی کریم ﷺ سبق لے کر آئے تو دین ابراہیمی کے دعویداروں نے ان کو اس طرح کی کھری کھری باتیں سنائی تھیں اور ان کو ایسے القاب سے نوازا تھا جن القاب سے آج وحدت کے علمبرداروں کو نوازا جا رہا ہے اور اپنی اپنی عبادات انہوں نے بیت اللہ سے ہٹ کر ایک گھر میں ادا کی تھیں حق والوں کے ساتھ یہ اول سے ہوتا آیا ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھیئے: ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو وحی کی تھی کہ آپ لوگ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بنائیں اور ان گھروں کو بطور قبلہ یعنی مسجد کے لئے استعمال کریں۔ (سورت یونس آیت ۸۷)

اور حضرت علامہ صاحب آپکے مذہب و موقف میں تو ہر جماعت ہر ٹولہ جو چاند دیکھے وہ سب سے الگ

ہوکراپنے گھر اپنے بنگلے میں نماز عید ادا کر لے آپ کی تو یہ یہی دعوت ہے پھر آپکو اس کے اوپر انا اللہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے انا اللہ تو آپ کے موقف اور مذہب پر پڑھنا زیادہ مناسب ہے کہ آپ ہی کی وجہ سے مسلمان اپنی عبادات الگ کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اور ہماری کتاب پر مقدمہ لکھنے والے عبدالعظیم حسن زئی حفظہ اللہ کو علامہ ناصر صاحب نے بدنام کہا ہے۔ پتہ لگتا ہے کہ حضرت کو باوجود مدرسوں کی سند کے حصول اور ڈگریاں حاصل کرنے کے لفظ بدنام کا معنی ہی نہیں آتا۔ بدنام کا معنی ہے۔ برانام کیا عبدالعظیم حفظہ اللہ برانام ہے اس توحیدی نام میں حضرت علامہ کو کونسی برائی نظر آئی ہے اگر یہ برانام ہے تو پھر عبدالوکیل نام کو بھی برا ہونا چاہیے غلطی انسان کی فطرت میں داخل ہے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی غلطیوں سے توبہ کر لیتے یہی شیوہ انبیاء مومنین ہے۔ حدیث میں یہ الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

کل ابن آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون، رواہ الترمذی ۲۳۹۹ موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی ص ۳۱۹ ج ۶ تمام بنی آدم خطا کرنے والے ہیں اور خطا کرنے والوں میں بہترین لوگ وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں۔ آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی کیا آپ انکو بھی بدنام لکھیں گے۔ اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں۔ موصوف کا تفرق وتشتت کی وجہ عدم وحدت رویت کو قرار دینا درحقیقت حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ پر ہاتھ صاف کرنا ہے کیونکہ یہ حدیث تو عدم وحدت پر نص صریح ہے۔ والعلم عنداللہ۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر افتراق وتشتت کا سبب حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قرار دینا اس پر ہاتھ صاف کرنا ہے تو یہ عمل علماء سابقین کر چکے ہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ، الدراری المضئیة: ص ۲۲ ج ۲ میں فرماتے ہیں:

((لانـه لـم يـصـرح ابن عباس بان النبى امرهم بانهم لايعملوا برؤيه غيرهم من اهـل الاقـطـار بـل اراد ابن عباس انه امرهم باكمال الثلاثين اويروه ظنامنه ان الـمـراد بـالـرويـة روية اهل المحل و هذا خطاء فى الاستدلال اوقع الناس فى الخبط و الخلط حتى تفرقو ا فى ذالك على ثمانية مذاهب))

''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں تصریح نہیں کی کہ دوسروں کی رویت کو قطعاً نہ لیا جائے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ ہم کو اس حال میں تیس روزے پورے کرنا ہے یا قبل اس کے چاند نظر آ جائے۔ نہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے الفاظ میں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے یہ بیان کرنا چاہا کہ ہم کو دوسرے کسی کی رویت قبول کرنے کا حکم نہیں ہے اور یہ استدلال غلط ہے اسی غلط استدلال نے لوگوں کو تفرق وتشتت میں ڈال دیا حتی کہ وہ آٹھ مذاہب میں تقسیم ہو گئے۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ کے ان الفاظ کو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے لفظ با لفظ الروضۃ الندیہ ص:۲۳۱ ج:۱، میں نقل کیا ہے اور انکی رائے کو برقرار رکھا ہے۔ حضرت علامہ ناصر صاحب سے سوال ہے کہ آج اُمت اپنی اپنی بستی اپنے اپنے شہر میں الگ رمضان وعیدین منا رہے ہیں اس کا سبب ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر محدثین کا یہ باب نہیں تو اور اس کا کیا سبب ہے اور پھر علامہ ناصر صاحب کے یہ الفاظ کہ یہ حدیث تو عدم وحدت رویت پر نص صریح ہے۔ (ص:۱۲۷) حضرت والا جب آپکو بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ اس افتراق وتشتت وتفرق کا باعث یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کیونکہ یہ بقول آپ کے عدم وحدت رویت پر نص صریح ہے تو پھر مولانا عبدالعظیم حفظہ اللہ پر غصہ نکالنے کا کیا جواز ہے۔ اور پھر حضرت علامہ سے یہ سوال ہے کہ اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے قول، ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مراد لیا ہے کہ ہم کو باہر کی رویت قبول کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر رکھا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ میں سے کس لفظ سے آپ نے یہ مفہوم نکالا ہے اور اس کو اپنے نص صریح بھی فرمایا ہے۔ جبکہ آپکو یہ تسلیم ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مراد ان کی وہ روایت ہے جو ان الفاظ سے مروی ہے۔ ((صوموا لرؤیته و افطروا لرؤیته)) دیکھئے آپ کی کتاب میں دامانوی صاحب کا قول (ص:۸،۹) تو جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے الفاظ ھکذا امرنا

رسول اللہ ﷺ سے یہی حدیث مراد لی ہے اور اپنے قول پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے تو آپ بتائیں کہ اس میں کونسا لفظ ہے جس کا معنی ہے۔ صرف اپنی رویت پر عمل کرو کسی باہر یا دوسرے کی رویت پر نہیں۔ جب یہاں ایسا کوئی لفظ نہیں تو وہ اس مسئلہ پر صریح کیسے ہوگی۔ اور اگر یہ اپنی رویت پر صریح ہے تو آپنے اتحاد مطالع کے علاقوں میں ایک جگہ کے چاند کو جہاں پر نہیں دیکھا گیا کیسے معتبر مان لیا کیا آپ کو اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ آپ کے اس حدیث کو صریح کہنے سے آپ کا اپنا قول مذہب اتحاد مطالع میں باطل ہو گیا۔ خدارا ذرا عقل سے کام لیجئے اور اپنے اوپر مخالفین کو ہنسنے کا موقعہ نہ دیجئے جو یہ کہتے ہیں ان لوگوں کے پاس نہ عقل ہے نہ نقل۔ اور آپنے بغیر سوچے سمجھے جو کچھ کہیں لکھا دیکھا نقل کر دیا خواہ آپکی بات بنے یا بگڑے۔ اور آپنے کسی صاحب کا یہ قول نقل کر دیا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اور انکے استدلال پر جو تبصرہ کیا ہے وہ جذبات پر مبنی ہے۔

دیکھئے اپنی کتاب (ص:٦٨) پر آپ نے کہا امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو احتمالات کی نذر کر دیا ہے حالانکہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو اس حدیث پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے وہ بالکل معقول اور موافق حقیقت ہے۔ مگر آپ یا آپ کے ساتھی شاید یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جو جرامت ہیں ان سے کسی قسم کی غلطی متوقع نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ واقعی جرامت ہیں مگر وہ قرآن کریم کی تفسیر میں ہیں نہ کہ فقہی مسائل میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کے سمجھنے میں وہ قطعاً غلطی سے مبرا نہیں۔ اور پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ تو صغار صحابہ میں سے ہیں جن کو بلوغت کے بعد چند سال آپکی صحبت میسر رہی آپ سے بڑے بڑے صحابہ سے غلطیوں کا صدور ہوا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور فقیہ نے قرآن کی بعض آیات سے یہ سمجھ لیا تھا کہ نبی کریم ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہو سکتے جب تک کفر کا زمانہ موجود ہے اسی لئے انہوں نے آپکی وفات کو ماننے سے انکار کر دیا تھا تاریخ طبری ص ٤٢٦ ج ٢ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے عہد خلافت میں عمر رضی اللہ عنہ کسی اپنی

ضرورت سے جا رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ تھا ان کے ہاتھ میں درہ تھا اور وہ اس وقت اپنے دل میں کچھ باتیں کرتے جاتے تھے پھر وہ اچانک میری طرف متوجہ ہوئے انہوں نے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ جانتے ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کیوں کہا تھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے میں نے کہا مجھے معلوم نہیں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا صرف اس آیت کی وجہ سے:

((وکذ الك جعلنا کم امة وسطا لتکولوا اشهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا))

میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے آخری اعمال کے دیکھنے تک زندہ رہیں گے اسی وجہ سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ بات کہی۔

اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کو قرآن کریم کی آیت سے غلطی لگ سکتی ہے تو کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ حدیث۔((صوموا الرؤيته)) کے مفہوم میں غلطی نہیں کر سکتے کیا غلطی سے وہ معصوم تھے۔ پھر ضروری نہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے الفاظ،ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی کچھ مراد لیا ہو جو اس حدیث پر محدثین نے ابواب قائم کئے ہیں۔ کیا ہم نے ہر حال میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے وہی مفہوم لینا ہے جو اسکے اوپر منعقدہ باب میں کہا گیا ہے۔ پھر محدثین کے ابواب کی جو توجیہ ہم نے بیان کی ہے اس کو اگر لے لیا جائے تو نہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جمہور علماء کے مسلک کے خلاف پڑتی ہے نہ اس کے اوپر محدثین کے منعقد کردہ باب سے جمہور علماء کے موقف کی مخالفت ہوتی ہے۔ ہماری اس توجیہ کی موافقت شیخ البانی کے کلام سے بھی ہوتی ہے جس کو حضرت علامہ ناصر صاحب نے اپنی کتاب کے (ص:۹۳) میں درج کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بیان سے بھی اس کی مکمل تائید ہوتی ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی کے یہ الفاظ ہیں۔

اور شاید کوئی بات جو اس کے سوا کہی جا سکتی ہے یہ ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اس شخص کیلئے وارد ہوئی

ہے جس نے اپنے شہر کی رویت پر روزہ شروع کیا۔ پھر اسے اثناء ماہ رمضان میں خبر ملی کہ دوسرے شہر والوں نے ایک دن قبل روزہ رکھنا شروع کیا ہے تو اس حالت میں روزہ رکھتا رہیگا (اپنے اہل بلد کے ساتھ) حتی کہ تیس (۳۰) کا عدد مکمل کر لے یا پھر اس سے قبل (۲۹ کو) چاند (شوال کا) نظر آجائے اس طرح اشکال دور ہو جائے گا۔ (تمام المنۃ، ص: ۳۹۸) اور یہی بات ہم بھی اس سے قبل لکھ چکے ہیں۔

اور حضرت علامہ ناصر نے آگے لکھا ہے کہ نماز عملی وحدت ہے۔ بالکل بجا مگر ہر علاقے ہر ملک کا اپنا ہی ادائیگی فریضہ نماز کا وقت مقرر ہے کیا علیحدہ علیحدہ وقت مقرر کرنا اور اپنے وقت پر اپنے ملک میں نماز پڑھنا افتراق اُمت ہے۔ (ص: ۱۲۷) اس کا جواب یہ ہے جناب والا اس میں صاحب مضمون کی غلطی نہیں آپکے اپنے ذہن میں ایک غلط بات بیٹھ گئی ہے اسی وجہ سے آپ کا یہ اعتراض آیا ہے ہم نے کب کہا ہے کہ چاند کے اتحاد کی صورت میں تمام ممالک والے ایک ہی وقت میں روزہ شروع کر دیں گے اور عید پڑھ ڈالیں گے یہ تو نہ ہماری کتاب میں ہے نہ کسی نے لکھا ہے بلکہ ہم تو تاریخ کے اتحاد کی بات کرتے ہیں مگر آپنے اور آپ کے ہمنوا، بزرگان نے سوءِ فھمی سے یہ سمجھ لیا کہ ہم اپنے اپنے وقت پر تمام ممالک کا روزہ رکھنا یا عید کرنا افتراق کا باعث سمجھتے ہیں جو غلط ہے اس لئے آپ پہلے اپنی سمجھ کو درست کیجئے جذبات پر کنٹرول کیجئے اور پھر یہ سمجھئے کہ ہمارا مدعا یہ ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ کا رمضان اور انکی عید ایک دن یعنی ایک تاریخ کو ہو اور بس باقی رہا روزے کا وقت اور عید کی نماز کا ٹائم تو ظاہر ہے کہ تمام ممالک والے اپنے اپنے وقت پر اس کو ادا کریں گے۔

اس کے بعد جناب علامہ صاحب بے قابو ہو گئے اور جذبات بھرے الفاظ میں یوں فرماتے ہیں جناب شیخ صاحب کیا واقعی رمضان کے روزے زمانی قید سے ماوراء ہیں جب چاہیں شروع کر لیں اور جب چاہیں ختم کر دیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت والا یہ کس نے کہا ہے کہ رمضان قید زمانی سے خارج ہے ہم میں سے تو یہ

بات کسی نے نہیں کہی ہاں البتہ یہ مفہوم آپکی عبارت سے واضح ہے جو اپنے ایک حدیث کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

روزہ رمضان کا اس دن ہے کہ تم سب روزہ رکھو اور عید الفطر اسی دن ہے کہ جس دن تم سب عید کرو۔ (ص ۱۳،۱۴) حدیث کے اس ترجمے میں رمضان کے روزوں اور عید کے اوقات کو غیر معین اور غیر محدود کر دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ جس دن تم سب روزہ رکھ لو۔ خواہ وقت ہو نہ ہو۔ اور عید اس دن ہے جس دن تم سب عید کر لو۔ خواہ وقت ہو یا نہ ہو۔ اس حدیث میں آپکے ترجمہ بقول رمضان کے روزے اور افطار اور عیدین یہ سب اعمال مسلمانوں کے عملی اتفاق پر ہیں جب وہ ان کے عمل پر اتفاق کر لیں ان کا وقت وہی ہے حضرت مولانا کیا اس حدیث کا یہی ترجمہ ہے جو آپنے کیا ہے اگر یہی ہے تو پھر یہ عبادات وقت کی قید سے آزاد ہیں۔ بتاے ابھی آپ کیا فرماتے ہیں۔ ان عبادات کے اوقات کو ہم نے غیر معین کر دیا یا آپکے اس ترجمے نے پھر اس ترجمے میں رمضان کے چاند کی رویت کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے جس سے یہ بات اور پکی ہو جاتی ہے کہ رمضان کے روزے ان کا افطار اور عید وغیرہ سب وقت کی قید سے آزاد ہیں۔ اس حدیث کا صحیح مفہوم ہماری نگاہ میں یہ ہے کہ تمہارا روزہ اس دن ہے جس دن تمہارے دوسرے بھائی روزے سے ہوں اور تمہارا افطار اس دن ہو جس دن تمہارے دوسرے بھائی افطار کریں تمہاری قربانی اس دن ہو جس دن تمہاری دوسرے بھائی قربانی کریں مطلب یہ کہ ہر بستی ہر شہر کی اپنی اپنی رویت پر اپنی اپنی عید اور رمضان نہ ہو بلکہ یہ عمل تمام امت میں اجتماعی ہو شرقاً غرباً شمالاً جنوباً امت ایک تاریخ کو رمضان کریں اور ایک ہی تاریخ کو عید منائیں گویا یہ حدیث اپنے مفہوم کے اعتبار سے ابن عباس کی حدیث پر منعقد باب کے معنی ومفہوم کے بالکل برعکس پڑتی ہے۔ اس پر پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموعہ الفتاوی ص ۱۱۷ ج ۲۵ میں فرماتے ہیں۔ اگر چھ آدمیوں نے چاند دیکھا مگر انکی شہادت رد کر دی گئی یا انہوں نے شہادت ہی نہیں دی تو وہ اپنی رویت

پرعمل نہیں کریں گے۔حدیث((صومکم یوم تصومون وفطر کم یوم تفطرون)) کا یہی مفہوم ہے۔اس لئے امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایسا انسان یا ایسی جماعت امام المسلمین اور عامۃ الناس کے ساتھ رمضان اور عید کریں گے خواہ فضا میں بادل ہو یا موسم صاف ہو۔اس کے بعد حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء اقتدار میں آ گئے تو نام نہاد روشن خیالی کے محقق اور وحدت کی آڑ میں اپنی تقریر و تحریر سے انتشار پھیلانے والوں کی حوصلہ شکنی ہوگی ان شاء اللہ۔اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر صحیح متقی علماء اقتدار میں آ گئے تو چونکہ اصل مذہب اتحاد رویت کا ہے تو اس سے ہماری نہیں آپکی حوصلہ شکنی ہوگی اس کی ادنی مثال صوبہ سرحد کا معاملہ ہے وہاں حکومت پر علماء کا دباؤ ہے اس لئے وہ باقی ملک سے ایک دن پہلے عید کر لیتے ہیں اس کی دوسری مثال خلافت عثمانیہ کی ہے وہ پورے ملک میں ایک دن رمضان ایک دن عید کرتے تھے لہٰذا علماء کی حکومت میں آپکو زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے اس کے بعد حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ بابائے دفا کا علمی نکتہ کہ ہلال چاند کو نہیں کہتے شاید یہ ان کا مبلغ علم اور گوہر بے بہا ہے جس سے سلف وخلف تو فیض شاید نہ اٹھا سکیں مگر شاید آئندہ ائمہ وحدت کی ذریت میں کوئی امام راغب رحمہ اللہ کے خلاف اس نکتہ عالمانہ کو بطور حجت پیش کر کے ان کی علمی عمارت کو ڈھا دے۔(ص:۱۲۹)اس پر پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔اب یہ عرض ہے کہ اگر چاند ہو گیا اس کو کسی نے دیکھا نہیں یا دیکھا تو سہی مگر اس کی تشہیر نہیں ہوئی کیا پھر بھی اس کا نام ہلال ہوگا یا کچھ اور ہوگا اس کے اوپر ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق پیش کر چکے ہیں کہ اگر یہ چاند تشہیر نہ پا سکے تو وہ ہلال نہیں ہے نہ اس کا کوئی اعتبار ہے اور پھر ہماری کتاب میں یہ الفاظ صاف موجود ہیں۔(ص:۸)اس کے بعد لکھا ہے کہ ''لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ ہلال کا معنی چاند نہیں بلکہ ہلال کا معنی ہے کہ کسی چیز کا معروف ومشہور ہونا ہے''۔اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علامہ نے خیانت سے کام لیا ہے ہماری پوری عبارت یہاں نقل نہیں کی۔اس کے بعد حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ موصوف کا یہ کہنا کہ ہر ملک کا اپنا چاند دیکھنا مضحکہ خیز

بات ہے۔اس کے متعلق عرض ہے کہ یہاں بھی موصوف نے خیانت سے کام لیا ہے ہم اپنی عبارت نقل کرتے ہیں تا کہ حضرت علامہ کی خیانت کا پول کھل سکے۔حالانکہ مما لک کی یہ تقسیم وحد بندی قطعی طور پر غیر متوازن اور غیر منطقی ہے اس لئے اختلاف مطالع یعنی چاند کا روئے زمین کے مختلف علاقوں میں مختلف اوقات میں دکھائی دینے کی دہائی دیکر ہر ملک کا اپنا اپنا چاند دیکھنا قطعی طور پر مضحکہ خیز بات ہے۔(ص:۹) موصوف علامہ نے ہماری اس پوری عبارت سے ایک جملہ لیکر اس کے اوپر اعتراض جڑ دیا کیا یہی علمیت ہے یہی امانت ہے۔اس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ملک والے نے یہ کہہ کر کہ تمہارے ملک کا مطلع جدا ہے ہمارا جدا ہے اس کو بہانہ بنا کر ہر ملک والے نے اپنی رویت ہلال کمیٹی بنا رکھی ہے کیا یہ مضحکہ خیز بات نہیں کیا سعودی عرب اور یمن کا مطلع مختلف ہے کہ دونوں ملکوں کی اپنی اپنی رویت ہلال بنی ہوئی ہے کیا قطر امارات عربیہ متحدہ بحرین کویت کے ملکوں کے مطلع مختلف ہیں کہ ان سب نے اپنے اپنے ملک کی ہلال کمیٹیاں رکھی ہیں کیا ترکی وعراق کے مطالع مختلف ہیں علی ہذا القیاس یہ مضحکہ خیز بات نہیں تو کیا یہ دین وشریعت ہے۔اسکے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ اس مضحکہ خیزی کو ائمہ حدیث نہ سمجھ سکے جو ابواب منعقد کر گئے ہیں۔((لکل بلد رویتهم)) اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ محدثین میں سے کس نے یہ باب منعقد کیا ہے کہ جہاں تک مطلع کا اتحاد ہو وہاں تک چاند ہوگا اور جہاں یہ مطلع جدا ہوا تو چاند بھی جدا ہو جائے گا یہ باب محدثین کی کس کتاب میں ہے اور کس حدیث پر یہ بات قائم کیا گیا اور پھر کیا محدثین نے ((لکل بلد رویتهم)) کے ساتھ یہ جملہ لکھا ہے کہ ہر بلد کی رویت وہاں ہوگی جہاں پر مطلع جدا ہوگا یا شام کا مطلع اہل مدینہ کے لئے الگ تھا۔اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس رؤیت کو نہیں مانا۔یہ سب کچھ کس کتاب کے باب میں ہے اور کیا صحیح مسلم میں جو باب منعقد ہے یا دوسری حدیث کی کتابوں میں یہ ابواب ہیں ان ابواب کی تائید ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے لفظ سے ہوتی ہے یا نہیں یہ سب کچھ آپ حل کریں پھر اس کے بعد بات کو آگے بڑھائیں اور جن ائمہ نے ان

ابواب سے اختلاف کیا ہے کیا وہ ائمہ حدیث نہیں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابن الجوزی، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر ائمہ حدیث کیا یہ سب جاہل تھے۔ائمہ حدیث میں سے صرف امام اسحٰق بن راھویہ رحمہ اللہ کو اس کا قائل کہا گیا ہے۔نیل الاوطار ص۲۶۷ ج۳ میں ہے۔کہ ہر بلد کی رؤیت کے قائلین میں سے امام ابن المنذر نے عکرمہ، قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ بن عمر، اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہم، کو ذکر کیا ہے اور ہاں امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو اہل علم کا مذہب قرار دیا ہے اور اس میں کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔تو یہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا سہو ہے اس میں قدیم سے اختلاف ہے ائمہ اربعہ کے مخصوص اقوال چاند کے اتحاد کے ہیں۔امام ترمذی رحمہ اللہ کو شاید اس کا علم نہ ہوسکا۔اس کے بعد علامہ فرماتے ہیں کہ موصوف پیش لفظ لکھنے والے محدثین سے عداوت کا اظہار کرتے ہیں کہ انہوں نے وحدت امت کو پارہ پارہ کردیا ہے۔اس پر عرض ہے جناب والا امت کو پارہ پارہ کرنے کی بات امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھی ہے جیسا کہ ہم اس کا حوالہ پیش کر چکے ہیں۔آپ بتائے کیا امام شوکانی رحمہ اللہ کی بات غلط ہے آپکو اور آپکے مخالفین کو کس بات نے ایک دوسرے کے خلاف کتابیں لکھنے پر مجبور کیا۔کیا اس کا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ پر منعقد کردہ باب اس کا سبب نہیں حالانکہ آپ بھی اہلحدیث ہیں اور آپکے مخالف بھی اہلحدیث ہیں۔آپ نے لکھا ہے کہ امت کو پارہ پارہ کرنے کی نسبت محدثین کی طرف کرنا ان کے خلاف عداوت ہے تو میرے بھائی اگر یہ عداوت ہے تو امام شوکانی اور نواب صدیق خان رحمۃ اللہ علیہم نے اس عداوت کا اظہار کیا ہم نے انکی بات نقل کی ہے اگر یہ دشمنی ہے تو آپ اس کی نسبت انہیں کی طرف کیجئے ہماری طرف نہیں۔اور آپکے یہ الفاظ کہ اس پارہ پارہ کرنے کے الفاظ ائمہ وحدت کی امامت کو خطرہ دے گئے۔ہماری اس پر عرض یہ ہے کہ ائمہ وحدت ہم نہیں یہ جمہور مسلمین ہیں جن میں ائمہ اربعہ سرفہرست ہیں ہم ان ائمہ کے کلام کے ناقل ہیں ان کی تحقیق اور مذہب کو عوام کے سامنے لائے ہیں جس کو آپ جیسے بزرگوں نے بغل میں دبا کر چھپا رکھا تھا۔اس کے بعد علامہ صاحب نے

فرمایا ہے۔اختلاف مطلع کا انکار درحقیقت تجاہل عارفانہ ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اختلاف مطالع اور اعتبار اختلاف مطالع میں بڑا فرق ہے جمہور ائمہ نے اختلاف مطالع کا انکار نہیں کیا اس کی حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے اعتبار سے انکار کیا ہے آپ کو ابھی تک ان دو باتوں میں فرق بھی سمجھ نہیں آیا اور بیٹھ گئے کتاب لکھنے،سوال یہ ہے ائمہ کرام کی کتابوں میں کیا الفاظ ہیں۔لا اعتبار باختلاف المطالع کے الفاظ ہیں یا لا اختلاف للمطالع کی عبارت ہے کیا ان دونوں عبارتوں کا ترجمہ آپکو آتا ہے پہلی عبارت کا ترجمہ ہے۔مطالع کے اختلاف کو مانتے ہوئے اس کا اعتبار نہیں یعنی مطلع کے اختلاف سے چاند کے حکم میں تبدیلی نہیں ہوگی وہ اتحاد واختلاف دونوں صورتوں میں ایک حکم رکھتا ہے۔دوسری عبارت کا ترجمہ ہے۔چاند میں مطلع کا اختلاف نہیں آتا۔ائمہ کی کتابوں میں پہلے الفاظ ہیں دوسرے الفاظ نہیں۔اس کے بعد علامہ نے فرمایا ہے۔ماہر فلکیات کو مشورہ دیں کہ بھائی آپکے بحر ذخائر عامیہ کے نکات قیمہ کم ازکم مولویوں کے فہم سے بالاتر ہیں آپ خود ہی آکر الیکشن امام وحدت امت لڑ لیں۔(ص:۱۲۹)اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ چاند کے مطالع کے اختلاف کی معلومات کے لئے ہم کو ان ملعون قوموں کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے انکی یہ تحقیق آپکو مبارک ہو اور انکی امامت بھی۔ہم کو قرآن کریم کافی ہے ان ملعونوں کی تحقیق سے پہلے قرآن یہ اعلان کر چکا ہے کہ:

وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ(یٰسٓ:۳۹)

"ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ ایک پتلی شاخ جیسا ہو جاتا ہے"۔

(ترجمہ مولانا ثناءاللہ)

اور پھر چاند کے مطلع کے اختلاف کا شریعت میں کوئی حکم ہی نہیں ہے تو اس بحث میں پڑنے سے کیا ملے گا۔

اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ماہر فلکیات کے مطابق تمام

اسلامی ممالک کا مطلع ایک ہی ہے۔ سبحان اللہ کیا اشارہ کر دیا موصوف نے کہ وحدت رویت صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے غیر مسلم اس سے آزاد ہیں۔ ہم تو سمجھ ہی گئے تھے کہ غیروں کا اشارہ ہے تبھی تو وحدت کے نعرے پر ایک اور عید گاہ وجود میں آ گئی۔ (ص: ۱۳۰) اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ہمارے یہی الفاظ ہیں جو حضرت نے نقل فرمائے ہیں اس کے متعلق حضرت فرماتے ہیں کہ ہم نے ان الفاظ میں کہا ہے کہ وحدت رویت صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے۔ قارئین کرام آپ ہی بتائیں کہ کس لفظ میں یہاں کہا گیا ہے کہ اس رویت کے مخاطب صرف مسلمان ہوتے ہیں غیر مسلم نہیں اور پھر غیر مسلموں کو اسلام لانے کی دعوت دی جاتی ہے جب وہ مسلمان ہو جائیں گے تو پھر وہ عبادات شرعیہ کے مخاطب ہونگے۔ کیا غیر مسلم چاند کی شہادت دے تو حضرت علامہ کو قبول ہوگی اور وہ اپنی رویت پر روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ کیا قبول ہوگا۔ اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ ہم تو سمجھ گئے تھے کہ یہ غیروں کا اشارہ ہے۔ یعنی چاند کے اتحاد کا مذہب رکھنے والے غیر مسلموں کے اشاروں پر یہ مذہب رکھتے ہیں اور انہیں کے اشارے پر یہ دعوت پھیلا رہے ہیں۔ اس کے متعلق ہم کیا عرض کریں جس شخص کی علمی جہالت کا یہ حال ہو کہ وہ اس کو غیر مسلموں کی دعوت سمجھتے ہیں اور ہمارے سلف صالحین کے جمہور طبقے کو جس میں سرفہرست ائمہ اربعہ ہیں اور بڑے بڑے کبار علماء وفقہا ہیں غیر مسلموں کا آلہ کار کہتے ہیں انسان کو کچھ تو شرم سے کام لینا چاہئے۔ حضرت علامہ کو ایسی باتیں لکھنے کے بجائے جن ماہر فلکیات کا قول بیان کیا گیا ہے کہ تمام عالم اسلام کا مطلع ایک ہے اس کو علمی انداز سے رد کرنا چاہئے تھا اور یہ بھی ثابت کرنا ان کا کام تھا کہ علماء ہئیت کا اس پر اجماع ہے کہ شام کا مطلع مدینے کے مطلع سے الگ ہے تا کہ حضرت کی اس بات میں وزن رہتا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اختلاف مطالع کی وجہ سے شام والوں کی رویت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ ائمہ سلف میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اختلاف مطالع کی وجہ سے شام کی شہادت کو رد کیا تھا۔ اور اس بات کا جواب بھی عرض کر چکا ہوں کہ

وحدت رویت غیر مسلموں کے اشارے پرنہیں قرآن وسنت کی بناء پر یہ دعوت پیش کی جارہی ہے۔

اس کے بعد حضرت کی باتیں سنئے اور اندازہ لگائے کہ اس میں کتنی عالمیت ٹپک رہی ہے حضرت فرماتے ہیں۔ہم شاید غلطی پر ہوں مگر سمجھ یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو صرف مخصوص علاقوں (جن کا مطلع ایک ہے) کے لئے رکھا ہے اور اگر اب ہمیں اسلام پھیلانا ہے تو پہلے چاند وسورج کا سمجھا بجھا کر کچھ دے دلا کر اختلاف مطلع سے روکنا ہے تاکہ ائمہ وحدت کا فلسفہ وحدت رویت اور وحدت امت پورا ہو سکے۔(ص:۱۳۰) اس کا کیا جواب دیا جائے اور اس بے لگام بزرگ کو کس زبان سے یہ باور کرایا جائے کہ حضرت ہماری دعوت تو چاند کے اتحاد کی ہے یعنی تمام دنیا کا چاند ایک ہے اس طرح ہماری دعوت تو عالمگیر ہوئی اور اختلاف مطالع کے مذہب کے مطابق آپکا چاند تمام مسلمانوں کے لئے ایک نہیں ہے تو غیر مسلم اس میں کہاں سماسکیں گے آپ تو ہر بستی کو دوسری بستی سے ہر شہر سے دوسرے شہر کو الگ اور جدا سمجھتے ہیں ہر بستی کے الگ احکام ہر شہر کے الگ قوانین کیونکہ جب چاند آپکا ایک نہیں ہے تو نہ رمضان آپ کا ایک نہ عید ایک نہ حج ایک نہ لیلۃ القدر ایک نہ عاشورہ کا روزہ ایک نہ قربانی نہ سن ہجری ایک۔ پہلے تو مسلمانوں کے تہتر فرقے تھے اب مسلمانوں کی جتنی بستیاں جتنے شہر اتنی امت مسلمہ کے فرقے ،واہ سبحان اللہ، آپ نے اس امت کو جو واحد امت تھی۔﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾(سورة انبياء:٩٢) بستیوں اور شہروں میں تقسیم کردیا۔(والله المستعان)

اسکے بعد حضرت علامہ نے لکھا ہے۔مؤلف کتابچہ ہذا کی خدمت میں! اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ کی عطاء یعنی عطا اللہ مؤلف رسالہ جو ائمہ وحدت میں سے ایک ہیں اور گمنام ہیں انہوں نے محنت شاق کے بعد یہ علمی کتابچہ مخلصانہ انداز میں پیش کیا ہے اور اتحاد امت کی سبیل بتادی ہے کہ وحدت ایک سبیل ہے جو وحدت امت کی راہ دکھاتی ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ناقابل عمل بنایا جائے۔ موصوف لکھتے ہیں جیسا کہ ائمہ اسلام اور مذاہب اسلامیہ میں سے آج کسی فرقہ اور

جماعت کا اس حدیث پر عمل نہیں۔(ص:۱۳۰) اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ بتائیں کہ کہاں اس حدیث پر عمل ہے شاید آپ محدثین کے باب کو جو اس حدیث پر موجود ہے نہیں سمجھے بلکہ آپ نے خود دامانوی صاحب کے الفاظ کو جو کتاب (ص:۷) پر موجود ہیں نہیں سمجھے یا یہاں آ کر بھول گئے دامانوی صاحب فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کرو سے مراد ہر شہر یا بستی والے اس فرمان کے مخاطب ہیں اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس حکم کو متعین کر دیتی ہے۔ پھر (ص:۹) پر لکھا ہے۔ ہر شہر میں وہیں کی رویت معتبر ہے۔ یہ صحیح مسلم کی حدیث پر باب کا ترجمہ ہے۔ اور اس طرح کے الفاظ سے آپکی کتاب بھری پڑی ہے جو ہے بھی اسی موضوع پر کہ ہر شہر کی اپنی ہر بستی کی اپنی رویت ہے۔ تو پھر ہر سال پورا پاکستان ایک شہر کی رویت پر کیوں عمل کرتا ہے کیا پاکستان میں جب بھی رمضان آتا ہے رویت ہلال اعلان کرتی ہے اس وقت پاکستان کی ہر بستی ہر شہر میں چاند دیکھا جا چکا ہوتا ہے۔

اور کیا ہر بستی ہر شہر سے رویت ہلال کی تصدیق کر کے اعلان کرتی ہے ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ پاکستان کے کسی ایک شہر کی رویت پر پورے پاکستان پر روزہ فرض کر دیا جاتا ہے اور عید کی نماز پڑھوا دی جاتی ہے حضرت علامہ صاحب ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس دن قابل عمل ہو گی جس دن ہم دیکھیں گے کہ پاکستان کی قریہ قریہ بستی بستی عید اپنی کر رہی ہو گی اور رمضان کا روزہ ہر شہر والا صرف اپنی رویت پر رکھے گا یہ نہ آج ہو رہا ہے اور نہ کبھی تاریخ اسلام میں ایسا ہوا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ہے کہ ہم نے (ص:۱۵،۱۶) پر ڈنڈی ماری ہے کیونکہ یہاں اردو ہے مگر عربی نہیں۔ میرے بھائی ہماری کتاب کے اس (ص:۱۵) پر عربی موجود ہے اس کا ترجمہ موجود ہے مگر معلوم نہیں آپ نے کونسی عینک سے یہاں ڈنڈی دیکھی ہے۔ حضرت علامہ صاحب کو شاید ہماری اس عبارت سے ڈنڈی لگی ہے جو (ص:۱۶) پر ان الفاظ سے درج ہے۔ البتہ اگر اس ملک کے خلیفہ وامیر المومنین کے ہاں رویت ثابت ہو جائے تو اس

ملک کے تمام مسلمانوں پر اس کا حکم لاگو ہوگا۔ ہمارے علامہ کو اس عبارت کے الفاظ مذکورہ عربی میں نہیں ملے اس لئے اعتراض جڑ دیا لیجئے جناب امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول میں تفسیر قرطبی سے پیش کر رہا ہوں۔

((وانکان ثبت عند حاکمهم بشهادة شاهدين لم يلزم ذالك من البلاد الامن كان يلزمه حكم ذالك الحاكم ممن هوفى ولايته اويكون ثبت ذالك عند اميرالمومنين فيلزم القضاء جماعة المسلمين، قال و هذا قول مالك))

(تفسیر قرطبی: ص٢٩٦ ج٢)

اس سے ثابت ہوا کہ امام مالک کے نزدیک اگر بادشاہ کے ملک کے کسی شہر میں دو مسلمانوں کی شہادت سے چاند ثابت ہو جائے اور وہ اس پر عمل کر لے تو تمام مسلمانوں پر اس کی متابعت ضروری ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں ابن عباس کے اوپر معاویہ رضی اللہ عنہم کی مطابقت ضروری تھی جو انہوں نے نہیں کی اس بناء یہ حدیث مالک کے نزدیک بھی عمل نہیں رہی۔ اس اعتبار سے امام مالک رحمہ اللہ ائمہ وحدت کے ایک امام ہوئے۔ اس کے بعد حضرت علامہ نے علم کے موتی یوں بکھیرے ہیں۔ اکثر الفقہاء کا ترجمہ فقہاء امت کی اکثریت کرنا محل نظر ہے ہاں اگر یوں لکھا جائے کہ فقہاء مذاہب اربعہ تو بات قابل غور ہو سکتی ہے۔ (ص:۱۳۱) حضرت علامہ کے ہاں فقہاء مذاہب اربعہ فقہاء امت کی اکثریت نہیں کہلاتے وہ صرف فقہاء مذاہب اربعہ ہو سکتے ہیں۔ یہ ہے حضرت کی علمیت، ائمہ اہل سنت کے فقہاء تو یہی فقہاء اربعہ ہی ہیں سوائے امام سفیان ثوری اور اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہم کے مگر وہ لوگ زیادہ تر فقہاء مشہور نہیں ہوئے ان کے اقوال مدون نہیں ہوئے ان کا مذہب ان کے بعد نہیں چل سکا اس لئے اب یہی ائمہ فقہاء امت ہیں۔ امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کا مذہب چاند کے مسئلے میں یہ لکھا ہے کہ وہ ہر شہر ہر بستی کی الگ الگ رویت کے قائل تھے مگر ان کا مذہب آج تک نہیں چل سکا ان کی

اس رائے پر امت کے کسی طبقے نے عمل نہیں کیا اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح باجماع امت ان کا قول بھی متروک العمل ہو گیا۔اس کے بعد حضرت نے لکھا ہے کہ احناف کے موقف میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف کیوں ذکر نہیں کیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے حنفیہ کا ظاہر مذہب نقل کر دیا ہے ظاہر مذہب سے مراد ان کے ائمہ متبوعین کا مخصوص مذہب ہوتا ہے۔اس کے بعد اگر کسی نے اختلاف کیا ہے وہ حنفی ہی نہیں نہ اس کے قول کا حنفیہ متقدین میں کوئی مقام ہے اگر آپکو تقلید کا معنی معلوم ہے تو:اس کے بعد فرماتے ہیں جمہور مسلمین کی طرف اس مسئلے کی نسبت صحیح نہیں ہے اس کی وضاحت ہم نے اپنی کتاب میں کر دی ہے۔اس کے متعلق عرض ہے کہ ائمہ اربعہ کا منصوص قول یہی ہے اس کو ہم امت کا جمہور کہتے ہیں۔اس کے بعد لکھا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو حوالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہے اس سے متعلق ہم نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسی کوئی حدیث نہیں یہ عبارت بالکل خیانت پر مبنی ہے۔(نیل الاوطار:عون المعبود) تمام المنہ ،اس کے متعلق عرض ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسی کوئی حدیث مذکور نہیں جس کے یہ الفاظ ہوں۔ ہر بلد کی ہر بستی کی اپنی رویت ہے اگر آپکی جیب میں ایسی کوئی حدیث ہے تو نکالئے دنیا کو بہت فائدہ ہوگا۔اس کے بعد لکھا ہے کہ ہم نے فہم ابن عباس رضی اللہ عنہ پر رد کیا ہے کہ انہوں نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس سے اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ پر کسی صحابی نے رد کیا کہ آپ کا فہم غلط ہے۔تفصیل ہماری کتاب میں دیکھیں۔اس کے متعلق عرض ہے کہ کریب اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مکالمہ صحابہ کی کونسی جماعت کے سامنے ہوا تھا یا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواب جو انہوں نے کریب کو دیا وہ کس کس صحابی کو پہنچا اس نے رد نہیں کیا اس کا پہلے ثبوت دیجئے پھر اعتراض کیجئے۔کریب کی روایت میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کا ذکر کسی دوسرے راوی حدیث سے نہیں ملتا جو اس کا ثبوت ہے کہ ان کی گفتگو اپنی ذات تک محدود رہی اس کا علم دوسرے صحابی یا تابعی کو نہیں ہوسکا۔اس کے آگے لکھا ہے کہ (ص:۲۴) پر لکھتے ہیں کہ مطلع

ایک ہونے یا مختلف ہونے کی بحث متاخرین کی ایجاد ہے۔اب کوئی سمجھائے یا ہم سمجھائیں۔اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر یہ متاخرین کی ایجاد نہیں تو آپ کسی محدث کی کتاب سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اختلاف مطالع کا باب دکھائیں تو ہم مان لیں گے۔متاخرین میں سے شارحین حدیث نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی جو مختلف توجیہات ذکر کی ہیں ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شام کی رویت کو اختلاف مطالع کی وجہ سے رد کیا تھا یہ بات فقط ان کے ظن وگمان پر مبنی ہے محدثین میں سے کسی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اختلاف مطالع پر محمول نہیں کیا یہ شارحین حدیث کی توجیہات میں سے ایک توجیہ ہے جو بلا دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کی دلیل فقط یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو فقط ظن وگمان کی بنیاد پر اس کی دلیل بنا لیا گیا ہے اختلاف مطالع کے معتبر ہونے یا غیر معتبر ہونے کا ذکر صحابہ وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے کلام میں کہیں بھی نہیں ملتا۔اس کے بعد لکھا ہے کہ صفحہ ۲۷ پر امام شوکانی کے تبصرے کے دوران:((فلانزال نکمل الصوم اور بل اراد ابن عباس)) وغیرہ کا ترجمہ کیوں نہیں لکھا۔جناب عالی اگر آپ کو ان الفاظ سے کوئی دلیل ملتی ہے تو لیجئے اب ہم اس کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کہا یعنی ان کے الفاظ سے مراد یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیس روزے پورے کرنے یا پھر چاند دیکھنے کا حکم دیا ہے ان کو یہ گمان ہوا کہ ان الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے شہر کی رویت کا مکلّف کیا ہے یعنی کسی دوسرے کی رویت ان کے گمان میں ان کے لئے نہیں ہوسکتی۔ ابن عباس کا یہ استدلال فقط ظن وگمان پر مبنی ہے اور غلط ہے اسی غلط استدلال نے امت مسلمہ کو آٹھ مذاہب میں تقسیم کر دیا ہے۔ہم نے اس مسئلے کو اطلاع ارباب:((الکمال علی ما فی رسالة الجلال فی الاھلال من الاختلال)) میں ذکر کیا ہے۔لیجئے جناب اب آپکو تسلی ہوئی اس میں آپکو کیا ملا کیا اس سے آپ کا مسلک ثابت ہوا یا اس میں کچھ اور مزید دراڑیں پڑ گئیں۔ بہر حال خوش

رہا کیجئے جہاں حق ملے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے یہی ہماری میراث ہے اور توشہ آخرت۔اس کے بعد حضرت علامہ نے لکھا ہے(ص:۲۸) پر نواب صدیق حسن خان اور علامہ ناصر الدین الالبانی کی طرف وحدت رویت کا انتساب کیا ہے جبکہ صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے صرف شوکانی کی بات کی وضاحت کی ہے جبکہ ان کا قول فتح العلام کے حوالے سے ہم نے نقل کیا ہے اور ساتھ ہی علامہ البانی کی عبارت بھی نقل کی ہے تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ ہو جائے۔اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علامہ کی یہ بات کہ نواب صاحب نے شوکانی رحمہ اللہ کے کلام کی تفسیر وتشریح کی ہے ہم مانتے ہیں کہ یہ شوکانی رحمہ اللہ کے کلام کی وضاحت ہے کیونکہ یہ کتاب ان کی کتاب کی شرح ہے اگر نواب صاحب کو اس سے اختلاف ہوتا اور انکی رائے اور ہوتی تو اس سے ضرور اختلاف کرتے بلکہ نواب صاحب نے شوکانی رحمہ اللہ کے کلام کا حوالہ دیئے بغیر یہ کہا ہے کہ حدیث((صوموا الرؤيته وافطروا الرؤيته)) کا تقاضا یہ ہے کہ پورے عالم اسلام کا چاند ایک ہے اس کے ساتھ نواب صدیق حسن صاحب نے یہ کہا ہے کہ:

((فمعنى اذارايتموه ،اذاوجدت فيما بينكم الرؤية فيدل هذا على ان رؤية بلد روية لجميع اهل البلاد فيلزم الحكم))

یعنی حدیث میں یہ الفاظ جب چاند دیکھو کا معنی ہے جب تمہارے اندر چاند ہو جائے پایا جائے۔تو اس تفسیر پر تمام عالم اسلام پر اس کا حکم لازم ہوگا۔

اس کے بعد وہ فرماتے ہیں۔((وقيل لاتعتبر لا ن قوله: اذارائيتموه)) خطاب لا ناس مخصوصين بہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ چاند دیکھنے کا حکم مخصوص لوگوں کو ہے یعنی ہر ایک بستی اور شہر کو الگ الگ یہ حکم ہے یعنی اس صورت میں ایک بستی وشہر کی رویت دوسروں کے لئے نہیں ہوگی۔اس کے بعد وہ فرماتے ہیں۔

وفى المسالة اقوال ليس على احدها دليل ناهض ـوالاقرب لزوم اهل بلدالرؤية وما يتصل بها من الجهات التى على سمتها(فتح العلام۔ض ۲۹

ج ۲)

اس مسئلے میں بہت اقوال ہیں لیکن کسی کے اوپر کوئی واضح دلیل نہیں ہے اس لئے اس میں اقرب بات یہ ہے کہ چاند کی رویت اسی علاقے کے لئے ہو جہاں پر یہ رویت ہوئی ہے۔

اوران علاقوں کیلئے بھی ہوگی جو اس کی سمت میں ہونگی یہ ہیں نواب صاحب کے فتح العلام میں الفاظ پہلے تو انہوں نے حدیث۔((اذا رائیتمو ہ)) کی رویت کو تمام جہات کے لئے عام کہا اور سب کے اوپر اس کے حکم کو لازم کیا۔اس کے بعد انہوں نے آپکے مسلک کو قیل کے لفظ سے ذکر کیا جو صیغہء تمریض یعنی بیمار قول کا اس لفظ سے ذکر کیا جاتا ہے۔پھر نواب صاحب نے واضح الفاظ میں کہا کہ اس مسئلے میں جو اقوال ہیں وہ سب ضعیف ہیں بلا دلیل ہیں اور ان تمام اقوال میں اقرب یعنی سب سے بہتر یہ قول ہے جسکو انہوں ں ے آخر میں ذکر کیا لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ چاند صرف رویت کی جگہ تک محدود نہ ہوگا بلکہ ان کا حکم اس کی سمت کے تمام علاقوں کے لئے بھی ہوگا۔اور ان کا یہ جملہ کہ یہ چاند رویت کی سمت کے تمام علاقوں کے لئے بھی ہوگا۔اس میں نواب صاحب نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر منعقد(باب لکل بلد رؤیتھم) ہر شہر کی اپنی رویت ہے وہ وہی تک محدود ہوگی کو رد کر دیا۔اور اس کی مزید وضاحت یوں ہے کہ ان کا یہ جملہ کہ رویت کی سمت کے دوسرے علاقوں کے لئے بھی یہی چاند ہوگا ان کے ان الفاظ میں شام کا چاند مدینہ کے لئے بھی تھا جو بلا وجہ و بلا دلیل رد کر دیا گیا۔کیونکہ شام مدینہ سے شمال کی سیدھی سمت میں ہے لہٰذا نواب صاحب کے الفاظ میں یہ چاند مدینہ کے لئے بھی تھا۔

علامہ صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ اب دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوا۔اور آپکے کلام کے دودھ میں پانی شامل تھا دودھ پانی سے الگ نہیں ہوا تھا۔اس کے بعد علامہ صاحب نے لکھا کہ(ص:۳۱) تک شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مؤقف کی وضاحت کی ہے مگر(مجموعہ الفتاوی ص۱۵ ج۲۵) کی ایک عبارت نقل نہیں کی کہ شاید اس سے ان کے مؤقف کے اوپر زد پڑ جاتی۔اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ مجموعہ

الفتاوی کے آپکے مرقومہ صفحہ پر ہمارے نسخہ میں کوئی ایسی عبارت نہیں جو اس مسئلے سے متعلق ہو اس صفحہ پر باب زکوٰۃ الخارج من الارض کا موضوع ہے۔ اگر آپکو اب بھی تسلی نہیں ہوئی تو وہ عبارت نقل کر کے پوسٹ کر دیجئے۔ ہم آپکی حتی الامکان تسلی کی کوشش کریں گے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں (ص:۳۲) پر خود ساختہ بریکٹ لگا کر امام ابن عبدالبر پر رد کیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حنفیہ بھی اختلاف مطالع کے قائل ہیں۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ حنفیہ کے قول سے ہماری مراد ان کے ائمہ متبوعین کا قول ہے جو ظاہر ((الرؤایة)) کہلاتا ہے اگر آپ کے پاس ایسا کوئی قول ہے تو اس کو اپنے تھیلے سے باہر نکالیے عوام بلکہ موجودہ حنفی آپ کے بیحد ممنون ہونگے۔ اور امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے (التمہید ص۳۵٦ ج۱۴) میں اس مسئلے کو لکھا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر ایک جگہ پر چاند ہوا دوسری جگہ پر نہیں ہوا تو یہ چاند دوسری جگہ پر معتبر ہے یا نہیں۔ اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ عکرمۃ قاسم ابن محمد بن ابو بکر سالم رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ ہر بلد کا اپنا چاند ہے ان کی دلیل ابن عباس کی حدیث ہے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ اگر ایک جگہ پر چاند ہوا اس کی جز دوسری جگہ والوں کو بعد میں پہنچی تو وہ گذشتہ روزوں کی قضاء کریں گے۔ یہی قول ہے لیث بن سعد، شافعی، احمد بن حنبل اور امام مالک کا قول ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی یہی ہے اور یہی اہل مدینہ کا مذہب ہے امام مالک کے اصحاب میں سے۔ ہاں اگر خلیفۃ المسلمین تمام مسلمانوں کو اس چاند کی اتباع کا حکم کر لے تو اس کی تعمیل سب پر لازم ہوگی۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میری رائے بھی یہی ہے کیونکہ یہ ایک صحابی کا قول ہے اور صحابہ میں اس کا مخالف بھی کوئی نہیں اور پھر قیاس صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسا ہی ہو کیونکہ لوگ اپنے سے غائب امور پر مکلّف نہیں ہیں اور اگر ان کو ان سے مخفی امور کا مکلّف کیا جائے تو اس میں بہت بڑی تکلیف و مشقت ان کے اوپر پڑے گی۔ مثلاً اگر مکہ میں چاند دیکھا گیا یا خراسان میں اور اندلس میں وہ نہیں دیکھا گیا تو کیا گزرے ہوئے روزوں کی قضا ان پر لازم ہوگی حالانکہ انہوں نے اسلامی حکم کے مطابق چاند دیکھ کر روزہ رکھا رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی یا پھر ان کے لئے یہ حکم ہے

کہ اب وہ اپنی رویت پر تیس روزے پورے کریں جیسا کہ ان کو حکم ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے اپنے اوپر واجب احکامات کی تعمیل کی تو وہ اس سے مکمل طور پر عہدہ براء ہو گیا اور اس مسئلے میں میرے نزدیک ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اندلس اور خراسان کے مابین چاند کے معتبر نہ ہونے کی جو بات کی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ جب اندلس کے چاند کی اطلاع خراساں میں بروقت نہ پہنچے اور اثناء رمضان میں اس کی خبر ملی تو اہل خراسان پر اندلس کی رویت کے اعتبار سے کسی روزے کی قضاء واجب نہیں ہے کیونکہ جب ان کو رمضان کے شروع کی اطلاع ہی نہیں ملی تو ان روزوں کی ان پے قضاء کیوں ہو لہذا وہ اب اپنی رویت پر رمضان کی تکمیل کریں گے۔ اسی لئے امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا الاستذکار میں اس بات پر اجماع نقل کرنا بھی اسی صورت کے متعلق ہو گا یعنی جب وقت پر اطلاع نہ ملے۔ اور اس میں اس بات کی کہاں دلیل ہے کہ اندلس یا مغرب کا چاند وقت پر خبر ملنے کی صورت میں بھی واجب العمل نہیں ہو گا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے اجماع کی یہی توجیہ کی ہے یعنی وہ ایسی ہی صورت میں قابل قبول نہیں ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے الفاظ پھر ایک بار ملاحظہ ہوں:

فالضابط أن مدار هذا الامرعلى البلوغ لقوله (صوموالرؤيته وأفطروا لرؤيته) فمن بلغه انه رؤى ثبت فى حقه من غير تحديد بمسافة أصلا وهذا يطابق ماذكره ابن عبدالبر فى ان طرفى المعمورة لايبلغ الخبر فيهما الا بعد شهر فلا فائدة فيه بخلاف الاماكن الذى يصل الخبر فيها قبل انسلاخ الشهر فانها محل الاعتبار،(مجموع الفتاوى ص١٠٧ ج٢٥)

''اس مسئلہ میں قاعدہ کلیہ خبر کا پہنچنا ہے اس میں قریب و بعید کے شہروں وملکوں کا کوئی اعتبار نہیں یہی بات اس قول کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے جس کا ذکر ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے

کیا ہے وہ یہ کہ اس روئے زمین کے دونوں سروں کے بیچ طویل فاصلے کی وجہ سے ایک سرے کی خبر دوسرے سرے تک ایک ماہ کے ختم ہونے سے قبل نہیں مل سکتی لہٰذا ایسی خبر جو عبادت کے اصل وقت کے بعد پہنچے بے سود ہے، یہاں وہ خبر مفید ہے جو عبادت کے دوران میں ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچے اسی خبر کا اعتبار ہے۔‘‘

اس کے بعد حضرت علامہ نے لکھا ہے کہ (ص:۴۴) میں وحدت رویت کا طریقہ مسلمان مما لک میں تو بتا دیا ہے مگر ان کا کیا ہوگا جو غیر مسلم مما لک میں رہتے ہیں کیا وہ رات کے دو بجے روزہ شروع کر دیں گے۔اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ہے۔﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ جو ماہ رمضان کو پالے وہ اس کے روزے رکھے آپ سے سوال یہ ہے کہ رات کو آپکے شہر میں سات بجے چاند نظر آ گیا کیا آپ اسی وقت روزہ شروع کر دیں گے کیونکہ رمضان تو چاند کے طلوع سے شروع ہو چکا ہے جس کی وجہ سے آپ اسی رات کو تراویح بھی پڑھتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے ۔(اذا رائتیموہ فصوموہ) اور جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور چاند کی رویت پر روزہ شروع کرو۔اس حدیث اور قرآن کی سابق آیت کی بناء پر آپ بتائیں کیا کریں گے کیا اسی وقت روزہ شروع کر دیں گے۔یا یہ کہ آپ روزہ اس وقت رکھیں گے جب اس کا وقت ہوگا۔تو یہ غیر مسلم ملکوں والے بھی اپنے وقت پر روزہ رکھیں گے جب اس کا وقت ہوگا۔ نہ کہ اسی وقت رات کو روزہ شروع کر دیں گے۔اس کے بعد حضرت علامہ نے لکھا ہے کہ (ص:۴۷) میں شب قدر مختلف ہونے پر فکرمندی کا اظہار کیا ہے تو سوال یہ ہے کہ آیا عہد نبوی وصحابہ وتابعین میں شب قدر ایک ہی رات وتاریخ کو آتی تھی اور اختلاف مطلع کچھ نہیں تھا یا اسلام صرف ان علاقوں میں آیا تھا جن کا مطلع ایک تھا تا کہ شب قدر مختلف نہ ہوں۔شاید اس سے زیادہ کوئی مضحکہ خیز بات نہیں ہے۔(ص:۱۳۳) اس کا جواب یہ ہے کہ عہد نبوی میں اور اس طرح عہد صحابہ یا پورا وہ دور جس میں ذرائع اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اپنی رویت پر عمل کے لئے مجبور

تھے اللہ تعالیٰ حسب نیت لیلۃ القدر کا ثواب اسی رات ان کو عطاء فرماتے تھے جس رات ان کے حساب سے وہ ان کے ملک میں ہوتی تھی اور اصل حقیقت کے اعتبار سے وہ رات کوئی بھی ہوتی۔ اس طرح لیلۃ القدر کا ہر ملک میں انکی رویت پر الگ الگ ہونا ضروری نہیں قرار پاتا۔ حضرت علامہ صاحب اسلامی احکامات اضطراری صورت میں اور ہوتے ہیں اور غیر اضطراری صورت میں اور قرآن کریم کی آیت:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْم

''جو مجبور ہو بھوک کی وجہ سے تو حرام کھانے پر اس پر کوئی گناہ نہیں ہے''۔ (المائدة:۳)

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ اور حدیث میں ((انما الاعمال بالنية)) تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے یہ بھی ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ ان قواعد پر تمام فروعات مرتب ہوتی ہیں۔

اس کے بعد حضرت علامہ کے اختتامی کلامی کلمات ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ تھا خلاصہ تحریر بمع مختصر تبصرہ بر رسالہ ((هدايته السائل ألى اختلاف المطالع)) پر ہم انتہائی مؤدبانہ انداز میں عرض کریں گے کہ کسی بھی کتاب پر بلا پڑھے مقدمہ لکھنا پیش لفظ لکھنا اور اندھے کی لاٹھی کا کردار ادا کرنا کوئی بھی علمی خدمت نہیں۔ بلکہ علمی خدمات میں خیانت کا مرتکب ہونا ہے۔ جس سے وحدت امت تو کیا تفرق امت ہی جنم لے گا اور وہ آپکو پسند نہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ مقدمہ یا پیش لفظ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اندھے کی لاٹھی کی طرح نہیں بلکہ ایک شمع کی مانند ہے جو اندھیرے میں سیدھی اور صاف راہ دکھاتی ہے ہم آپکی اس مخلصانہ نصیحت کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہ ہماری دعوت تفرق وتشقت کا سبب نہیں تو حد وتجمع کا سبب بنی ہے اور بنے گی انشاء اللہ۔ اگر کچھ لوگوں نے ملک پاکستان میں باقی ملک کے اتفاق اور اجتماع کے برعکس علیحدہ عید پڑھی ہے یا روزہ رکھا ہے تو یہ تفرق وتشتت نہیں بلکہ عالم اسلام کے دوسرے ملکوں کے ساتھ اتحاد و یگانگت کا اظہار ہے اور بیت اللہ الحرام و مسجد نبوی میں پڑھی جانے والی عید کے ساتھ توافق واجتماعیت ہے اور حرمین کی عید اور رمضان

کے ساتھ ان بھائیوں کی اجتماعیت اور اتحاد اہل پاکستان کے اتحاد سے کئی حصے بہتر ہے۔

حضرت علامہ صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے اپنی کتاب کا نام حقیقت اختلاف مطالع رکھا ہے مگر ہم نے آپکی کتاب میں مطالع کی حقیقت پر کوئی مضمون کوئی دلیل نہیں دیکھی۔حقیقت مطالع کا مطلب ہے یہ مطالع کیوں مختلف ہوتے ہیں اور اس کے کیا اسباب ہیں اس کے بارے میں تو آپ نے کچھ نہیں لکھا اس کی کیا وجہ ہوئی اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔اور مسئلہ رویت ہلال میں علامہ ابن عابدین مؤلف حاشیہ ردالمختار علی الدرالمختار المعروف فتاوی شامی کا ایک رسالہ مجھے ان کے رسائل کے مجموعہ میں ملا ہے اس رسالے میں اس مسئلے کے بارے میں اچھی اچھی معلومات جمع ہوئی ہیں میں نے چاہا اس سے کچھ اقتسابات ہدیہ ناظرین کردوں جس سے اس مسئلے کے متعلق مزید معلومات حاصل ہونگے۔مؤلف فرماتے ہیں۔ہمارے ہاں شام کے شہر دمشق میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک جماعت نے رمضان کی تیس تاریخ کو قاضی دمشق کے سامنے شوال کے چاند ہونے کی شہادت دی قاضی نے اس شہادت کو تسلیم کرتے ہوئے رمضان کے دخول کا فیصلہ دیا۔

یہ مسئلہ اس طرح پیش آیا کہ کسی شخص سے کسی نے شوال کی پہلی تاریخ تک لین و دین کا معاملہ کیا تھا اور مدعی نے جب مدعا علیہ سے اپنے حق کا مطالبہ کیا تو مدعا علیہ نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ ابھی رمضان داخل نہیں ہوا کیونکہ شافعی مذہب کے بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ رمضان کی تیس تاریخ کی صبح کو انہوں نے چاند مشرق کی طرف دیکھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب یہ چاند سورج کے طلوع سے پہلے طلوع ہوتا دیکھا گیا ہے تو شام کو مغرب میں سورج کے غروب کے بعد اس کا دیکھا جانا محال ہے۔اور اس چاند کی رویت امام شافعی اور امام ابوحنیفہ دونوں کے مذہب میں باطل ہے۔یہ شافعی علماء کا دعوی تھا۔اور ان شافعی علماء نے یہ بھی کہا کہ یہ شہادت اس لئے بھی باطل ہے کہ حاکم وقت نے اس قاضی کو جس نے شہادت کی بناء پر فیصلہ کر دیا ایک سال کی مدت کے لئے مقرر کیا تھا اور وہ رمضان کی پہلی تاریخ کو ختم ہو

چکی ہے اوراب وہ قاضی نہیں رہے۔مؤلف لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کا یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ اس شہادت کے نفاذ کا حکم حاکم وقت نے دیا ہے یعنی قاضی کے فیصلے کو حاکم وقت نے قبولیت بخشتے ہوئے اس کونافذ کیا۔لہٰذاان کا یہ اعتراض باطل ہو گیا ہے۔اوران شافعی علماء سے بعض نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ان حنفی علماء نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب اس مسئلے میں سمجھ ہی نہیں اس نے اس بات میں بحرالرائق کا حوالہ دیا۔ پھران لوگوں نے اس مسئلے کو جاہل عوام میں اچھالا اس کی بہت تشہیر کی اوراس کے بعد باہر کےشہروں سے یہ اطلاع آئی کہ انہوں نے رمضان کی اس پہلی تاریخ کوروزہ رکھا ہے جیسا کہ اہل شام نے رکھا مگر ان شافعی علماء نے اس کی پرواہ نہیں کی اوراس کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب میں اختلاف مطالع معتبر ہے اوران شہر والوں کا مطلع دوسرا ہے اس لئے وہ قابل قبول نہیں ہے۔ اورانہوں نے اس بات پراصرار کیا کہ اہم اگلے روز روزہ رکھیں گے اور جب عامۃ المسلمین کے رویت کے حساب سے نصف رمضان کی رات آئی تو انہوں نے قنوت بھی وتر میں نہیں پڑھا جوان کے مذہب میں مسنون ہے پھر جب عید کا دن آیا تو انہوں نے عامۃ المسلمین کے ساتھ عید نہیں پڑھی بلکہ روزہ رکھا پھر دوسرے دن عید پڑھی اس اختلاف کی اتنی تشہیر ہوئی کہ مجتہدین کا مذہب لوگوں کی نگاہوں میں مضحکہ خیز بن کر رہ گیا اور ہماری اطلاع بموجب بہت لوگ اس اختلاف کی وجہ سے مرتد ہو گئے والعیاذ باللہ۔ پھر جس وقت انکی غلطی واضح ہوگئی تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے ایسا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی مخالفت سے بچنے کیلئے کیا تھا اور حنفیوں نے امام صاحب کے مذہب کو کما حقہٗ نہیں سمجھا۔مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ اور بھتان ہے۔امور احکام شرعیہ میں تلبیس ہے اپنی نفسی خواہش کی پیروی ہے جو بلا دلیل ہے کیونکہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اس میں کسی دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ پھر جب میرے مشائخ کرام نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھنے کو کہا تو میں نے ائمہ کے اقوال کی صحیح نقول اور صریح عبارتوں کو جمع کرنا شروع کیا جو شافعی مذہب والوں کی غلطی پر واضح دلیل ہیں چونکہ

انکی غلطی کی بنیاد یہ تھی کہ یہ شہادت معتبر نہیں ہے اورانہوں نے چاند دن کے وقت دیکھنے کومعتبر قرار دیا اور علم نجوم کو قابل بھروسہ و قابل اعتماد سمجھا اور عدم اعتبار اختلاف مطالع میں غلطی کی تو انکی غلطی کے ازالے کے لئے کچھ لکھنا پڑا۔ اور ہمارا یہ موضوع چار فصلوں پر مشتمل ہوگا پہلی فصل میں یہ بیان ہوگا کہ رمضان کا شروع کس طرح ثابت ہوتا ہے۔ دوسری فصل میں ہم یہ بیان کریں گے کہ اگر چاند دن کو نظر آئے تو کیا حکم ہے تیسری فصل میں یہ بیان ہوگا کہ اس مسئلے میں نجوم کا علم معتبر نہیں اور چوتھی فصل میں ہم یہ بیان کریں گے کہ اختلاف مطالع کا کیا حکم ہے۔ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ رمضان کا چاند جب فضا میں بادل ہو یا گردوغبار ہو تو ایک آدمی کی گواہی کافی ہے۔ یہی ظاہر روایت ہے یہ گواہی اپنے شہر کی ہو یا کسی باہر کے شہر کی اور عید کے چاند کی رویت پر جب فضا میں بادل ہو یا دوسری کوئی مانع چیز تو دو آدمی کی گواہی ضروری ہے۔ اور جب فضا صاف ہو آسمان پر کوئی چیز مانع رویت نہ ہو تو ایک عظیم جماعت کی رویت ضروری ہے اور اس جماعت کی کتنی تعداد ہو اس کی کوئی حد بندی نہیں کی گئی امام ابو یوسف سے پچاس آدمیوں کی روایت ہے اور خلف بن ایوب سے پانچ سو آدمیوں کی تعداد منقول ہے اور امام محمد سے منقول ہے کہ یہ امام وقت پر منحصر ہے۔ اور بحرالرائق میں ہے کہ حق یہ ہے جو امام محمد اور ابو یوسف سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ ہر جانب سے خبر متواتر ہو۔ اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی کافی ہے یا ایک مرد و عورتوں کی گواہی کافی ہے اگرچہ آسمان پر بادل نہ بھی ہو۔ بحرالرائق میں ہے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس روایت کو رائج قرار دیا ہو لیکن میں اپنے زمانے کے حساب سے اس کو راجح قرار دیتا ہوں کیونکہ لوگ اس زمانے میں چاند دیکھنے میں رغبت نہیں رکھتے۔ عیدالاضحیٰ کے چاند میں ہمارے مذہب میں یہ حکم ہے کہ اگر موسم صاف ہے تو ایک کثیر جماعت کی شہادت ضروری ہے اور اگر آسمان میں گردوغبار ہے تو عیدالفطر جیسی شہادت ضروری ہوگی اور یہی ظاہر مذہب ہے اور صحیح بھی یہی ہے اور عیدلفطر، عیدالاضحیٰ اور رمضان کے چاند کے علاوہ باقی نومہینوں

کے چاند کی رویت میں دو عادل مردوں کی شہادت ضروری ہے یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت ہو۔اور مالکی مذہب میں یہ ہے کہ دو آدمیوں کی شہادت ضروری ہے رمضان کے دخول میں ایک آدمی کی شہادت اور دوسرے قول میں دو آدمیوں کی شہادت کہی گئی ہے۔اور جس شہر میں رویت ہوئی ہو وہ اسی جگہ اور قریب کی جگہ کے لئے ہے اور بعید کے لئے نہیں ہوگی بعید کی حد قصر کی مساخت کیساتھ مشروط کی گئی ہے اور دوسرے قول میں مطلع کے اختلاف کو حد مقرر کیا گیا ہے اور صاحب منہاج نے کہا یہی صحیح ہے۔ اور حنبلی مذہب میں ایک آدمی کی شہادت کافی ہے اگر چہ عورت کیوں نہ ہو اور اگر دور کر خبر ہو تو وہ بھی معتبر ہوگی سب شہروں کے مسلمانوں کو لازم ہوگی۔اور دن کے وقت چاند دیکھنے میں ہمارے مذہب میں یہ حکم ہے کہ اس کا اعتبار نہیں ہے یہی صاحب ہدایہ نے مختارات النوازل میں لکھا ہے۔اور ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر چاند دن کو زوال سے پہلے دیکھا گیا ہے تو وہ گذشتہ رات کا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر شفق کسے بعد غائب ہوا تو وہ آنے والی رات کا ہوگا اور یہی حکم ہے اگر عصر کے بعد نظر آجائے تو اور کتاب التجنیس میں ہے جب افطار کا چاند دن کو دیکھیں تو وہ آنے والی رات کا ہوگا یہی بات اختیار شدہ ہے اور ذخیرہ برہانیہ میں ہے چاند کا دن کو نظر آنا قطعا معتبر نہیں ہے زوال سے پہلے نظر آئے یا بعد میں نظر آئے۔عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے اور ابو یوسف نے کہا ہے اگر زوال سے پہلے نظر آئے تو وہ گذشتہ رات کا ہوگا۔اور امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ اگر چاند سورج کے آگے ہو اور سورج اس کے پیچھے چل رہا ہو تو وہ گذشتہ رات کا ہوگا اور اگر اس کی چال سورج کے پیچھے ہو تو وہ آنے والی رات کا ہوگا اور حسن بن زیاد نے کہا ہے اگر شفق سے پہلے غروب ہو تو وہ آنے والی رات کا ہوگا۔اور چاند کے سورج کے آگے چلنے کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ چاند مشرق کی طرف ہو اور پیچھے چلنے کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ چاند سورج سے مغرب کی طرف ہو اور بدائع میں ہے اگر تیس (۳۰) کے دن کو چاند دیکھا گیا تو وہ زوال کے بعد دیکھا گیا تو وہ آنے والی رات کا ہوگا امام ابوحنیفہ اور محمد کا یہی قول ہے اور یہ دن رمضان کا نہیں ہوگا۔

اور ابو یوسف نے کہا ہے اگر زوال سے پہلے دیکھا گیا تو وہ گزشتہ رات کا ہی ہوگا اور اگر بعد زوال دیکھا گیا تو آنے والی رات کا ہوگا۔ یہ مسئلہ صحابہ میں اختلافی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عمر انس رحمہ اللہ سے ابو حنیفہ و محمد کے قول کی طرح مروی ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول ابو یوسف کے قول کی طرح آیا ہے اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے۔ اور شوال کے چاند میں بھی یہی اختلاف روایت کیا گیا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور محمد کے قول کی دلیل یہ ہے کہ چاند کا دن کو نظر آنا قابل اعتبار نہیں ہے اس میں اس کی رات کی رویت قابل اعتبار ہے دن کی نہیں ہے اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ اگر زوال سے پہلے چاند نظر آئے تو لازماً وہ گزشتہ رات کا ہوگا کیونکہ وہ سورج سے بعد کی وجہ سے رویت کے قابل ہوسکتا ہے اور اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک رات اور دن کے آدھے حصے میں سورج سے اتنا بعد حاصل کر چکا ہے جس سے اس کی رویت ممکن ہوسکی ہے۔ یہ ہیں علماء حنفیہ کے اقوال کی نصوص اور باقی کتابوں میں بھی اسی طرح ہے جس کو طوالت کی وجہ سے میں نے چھوڑ دیا ہے اور ہمارے ائمہ ثلاثہ کا یہی قول ہے اور مختار مذہب بھی یہی ہے۔ اس کے بعد ابن عابدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ چوتھی فصل اختلاف مطالع کے بیان میں ہے وہ معتبر ہے یا نہیں۔ جان لے کہ ہلال کے مطالع کے مقامات مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ سورج کے ہوتے ہیں چاند ایک شہر میں اگر دیکھا جائے تو ضروری نہیں کسی دوسرے شہر میں بھی وہ دیکھا جاسکے یہ بات کتب ہئیت میں بادلیل لکھی ہے اور امر مشاہدہ بھی یہی ہے۔ اور محقق ابن حجر نے لکھا ہے کہ علامہ سبکی، علامہ اسنوی نے تصریح کی ہے کہ چاند کے مطالع کے اختلاف کیوجہ سے یہ بات طے ہے کہ جب وہ مشرق میں دیکھا جائے تو مغرب میں بھی اس کا دیکھا جانا ضروری ہے لیکن مغرب میں اس کے دیکھے جانے سے مشرق میں اس کا دیکھا جانا لازم نہیں ہے کیونکہ مشرق میں رات پہلے آتی ہے مغرب میں بعد میں داخل ہوتی ہے اسی وجہ سے علماء کی ایک جماعت نے یہ فتوی دیا ہے کہ اگر دو بھائی ایک دن میں فوت ہو جائیں زوال کے وقت ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں تو جو مغرب میں فوت ہوا وہ مشرق

میں فوت ہونے والے کا وارث ہوگا اس لئے کہ مشرق والا پہلے فوت ہوا مغرب والا بعد میں جب یہ بات سورج میں محقق ہے تو ہلال کا بھی یہی حال ہوگا وہ مغرب میں پہلے مشرق میں بعد میں دیکھنے کے قابل ہوگا کیونکہ وہ مشرق میں سورج کے قریب ہونیکی وجہ سے اس کی شعاعوں میں چھپنے کی وجہ سے دیکھے جانے کے قابل نہیں ہوتا لیکن مغرب میں سورج کے غروب کے وقت وہ سورج سے کچھ فاصلے پر پیچھے ہونے کی وجہ سے رویت کے قابل ہو جاتا ہے۔ اوراس کے اوپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ رات کا مشرق میں پہلے اور مغرب میں بعد ہونا یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں کیونکہ اس وقت کے ساتھ مشروط ہے جب دونوں شہروں کے عرض بلد جہت اور قدر کے اعتبار سے متحد ہوں۔ جہت کے متحد ہونے سے مراد ہے شمال اور جنوب کی جھت اور قدر کے اتحاد سے مراد ہے دونوں بلدوں کا قدر بعد خط استواء سے برابر ہو۔ اور علامہ رملی کی کتاب منہاج کی شرح میں ہے مطالع کا اختلاف چوبیس (۲۴) فرسخوں کی مسافت سے کم میں نہیں ہوتا اور قہستانی نے جواہر سے نقل کیا ہے کہ اس کی حد ایک ماہ کے سفر کی مسافت ہے یہ بات انہوں نے سلیمان علیہ السلام کے قصے سے اخذ کی ہے۔ اور شارح کنز الدقائق میں علامہ زیلعی نے کہا ہے جب چاند ایک شہر میں دیکھا جائے تو دوسرے تمام شہروں میں اس کا حکم لاگو ہوگا اوران کو رمضان کا روزہ رکھنا پڑے گا بغیر کسی حد مسافت کے اعتبار کے یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اختلاف مطالع کو معتبر نہیں مانتے اور ہمارے اکثر مشائخ حنفیہ کا قول ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اس لئے اگر ایک شہر والوں نے چاند کے طلوع پر تیس (۳۰) روزے رکھے ہو اور دوسرے شہر والوں نے انتیس رکھے ہوں کہ ان کو چاند نظر آئے تو یہ لوگ تیس (۳۰) روزوں کی وجہ سے جو دوسری جگہ ہوئے ہوں ایک روزے کی قضاء کریں گے کیونکہ یہ چاند ان کے لئے بھی تھا۔ علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ مگر مناسب بات یہ ہے کہ مطالع کا اعتبار کیا جائے کیونکہ ہر قوم کو چاند دیکھنے کا الگ حکم ہے اور ہلال کے طلوع کا اختلاف یقینی ہے۔ اور مطالع کے اختلاف کے معتبر ہونے کی دلیل کریب والی حدیث

ہے۔مطالع کے معتبر ہونے میں شافعیہ کا مختار قول کریب والی حدیث کی وجہ سے یہی ہے۔علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں لیکن متحداور راجح قول ہمارے حنفی مذہب میں یہ ہے کہ اس کا اعتبار نہیں ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور ہماری فقہ کی کتابوں کے متون میں یہی کہا گیا ہے۔یعنی فقہ کی کتابوں کا جو اصل متن ہے اس میں مطالع کے اختلاف کو غیر معتبر کہا گیا ہے اگر اس میں اختلاف کیا گیا ہے تو ان اصل متون کے شارحین نے اختلاف کیا ہے جیسے کہ کنز الدقائق کے مؤلف کے جو الفاظ ہیں وہ یہی ہیں کہ اس کا اعتبار نہیں اس سے زیلعی نے شرح میں اختلاف کیا ہے اسی طرح ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں کے اصل مولفین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ اختلاف معتبر نہیں۔علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں علماء مالیکہ کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ المختصر اور اس کی شرح میں ہے اور محقق ابن الھمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں بھی یہی لکھا ہے اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ عمومی خطاب ہے۔((صوموا الرؤیہ وافطر والرؤیتہ) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو اور ایک قوم کی رؤیت سب کی رؤیت ہے انکے اوپر بھی رؤیت کا لفظ صادق آتا ہے۔ابن الھمام نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایسا حکم دیا ہے اس کا اشارہ اس گفتگو کی طرف ہے جو کہ کریب اور ابن عباس کے مابین ہوئی تھی یعنی ایسی صورت میں ہم کو یہی حکم ہے کہ اپنی رؤیت پر عمل کو جاری رکھیں لہٰذا اس میں ہمارے مذہب کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر یہ واقعہ ہمارے زمانے میں اسی طرح وارد ہوتا تو ہم بھی یہی فیصلہ دیتے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کیا تھا کیونکہ کریب نے شام والوں کی شہادت پر شہادت نہیں دی اس نے صرف ایک خبر کا ذکر کیا ہے اور نہ وہاں کے حاکم کے حکم کی کریب نے شہادت دی تھی اور اگر اس کو ہم شہادت تسلیم بھی کرلیں تو یہ خبر واحد ہے۔اس کی شہادت سے قاضی پر فیصلہ کرنے کا وجوب لازم نہیں آتا اور فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے کہ فقیہ ابواللیث یہی فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام حلوانی بھی اور وہ فرماتے تھے اگر مغرب میں کسی نے چاند دیکھا اس کا حکم اہل مشرق پر بھی ہوگا اور ابن الھمام نے کہا ہے

کہ جن بلاد کی رؤیت تاخیر سے ہوتی ہے ان کے اوپر وہ رؤیت جو پہلے ہوتی ہے حکم کے اعتبار سے اس وقت لازم ہو جاتی ہے جب یہ تمام ضروری قواعد وضوابط کے مطابق واقع ہو اسی لیے اگر یہ خبر آئے کہ فلاں شہر والوں نے تم سے پہلے چاند دیکھا ہے اور روزہ بھی رکھا اور ان کے حساب سے آج رمضان کی تیس ہے اور ان لوگوں کے چاند نہیں دیکھا تو ان لوگوں کو کل کے روزے کے افطار کی اجازت نہیں ہے اور نہ آنے والی رات کو تراویح ترک کرنے کی اجازت ہوگی اس لیے کہ اس جماعت نے چاند کی رؤیت کی شہادت نہیں دی اور نہ دوسرے شاہدوں کی شہادت پر شہادت دی ہے۔ انھوں نے دوسرے لوگوں کی رؤیت کا ذکر کیا ہے اور خبر دی ہے اور اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں شہر کے قاضی کے سامنے دو آدمیوں نے چاند کے رؤیت کی شہادت دی اور قاضی نے ان کی شہادت کو قبول کیا ہے تو اس قاضی کو ان کی ایسی شہادت پر فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قاضی کا فیصلہ حجت ہے۔لیکن ہمارے مذہب کی کتاب ذخیرہ میں علامہ حلوانی نے کہا ہے کہ اگر چاند کی رؤیت کی شہادت عام ہو جائے اور یقین کی حد تک پہنچ جائے تو اس کا حکم دوسرے بلاد کے لیے بھی ہوگا اور شیخ حسن شرنبلالی نے درر کے حاشیئے میں بھی یہی لکھا ہے یعنی یہ کہ ہمارے علماء کا صحیح مذہب یہی ہے اور الدر المختار میں مجتبیٰ کی طرف بھی اس قول کو منسوب کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رؤیت کی یقینی کیفیت کی صورت میں کسی حاکم کے حکم یا قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کسی اسلامی شہر سے اس کی خبر آنا یہ مطلب رکھتا ہے کہ وہاں کے حاکم اور قاضی کے فیصلے سے اس رؤیت پر عمل ہوا ہے لہٰذا دوسرے شہروں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔علامہ ابن عابدین آخر میں فرماتے ہیں ہمارے اس بیان سے چار مسئلے محقق ہوئے۔ایک یہ ہے چاند رؤیت سے ثابت ہوگا یا مہینے کے پورا کرنے سے۔ دوم یہ کہ دن کو دیکھا جانے والا چاند معتبر نہیں خواہ کسی وقت بھی دیکھا جائے اور اس میں اہل نجوم یا اہل حساب کا قول معتبر نہیں ہے اور یہ کہ مطالع کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔(مجموعة رسائل ابن عابدين: ٢١٠/٢٣١، ج ١) میں نے علامہ ابن عابدین کے

اس رسالے سے یہ اقوال اس لیے نقل کیے ہیں کہ علامہ عبدالوکیل ناصر صاحب اور علامہ عبدالرحمٰن کیلانی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ علماء حنفیہ کے اقوال ذکر کرنے میں مخالفین نے خیانت سے کام لیا ہے انہوں نے ان علماء کی کتابوں سے اپنے مطلب کی عبارات نقل کی ہیں اور مخالفت والے اقوال کو ترک کر دیا ہے اور اس ہمارے نقل کردہ علامہ ابن عابدین کے کلام سے ثابت ہوا اور آئمہ حنفیہ کا ظاہر مذہب جو ان کے آئمہ متبوعین سے مروی ہے وہ چاند کے اتحاد کا ہے اور اسی طرح فقہ کی کتابوں کے اصل مؤلفین کے اقوال بھی اسی بات پر متفق ہیں اور اس میں ان کتابوں کے شارحین اور بعد والے علماء نے اختلاف کیا ہے اور حنفی مذہب وہ ہے جو ان کے آئمہ سے منقول ہے اور فقہ کی کتابوں کے مؤلفین کی اصل عبارات اور ان کے اصل الفاظ مذہب کا درجہ رکھتے ہیں اور بعد والے حنفی اگر کل کے کل اپنے مذہب سے منحرف ہو جائیں اور کوئی اصل مذہب پر نہ رہے تو ہم ان کے اتفاق کو حنفی مذہب ماننے کو تیار نہیں جیسا کہ تمام مسلمان اپنے اصل دین سے والعیاذ باللہ پھر جائیں تو اس سے دین وہ نہیں ہو جائے گا جو مسلمان اختیار کریں گے بلکہ دین وہی رہے گا جو قرآن وسنہ میں ہوگا۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی صاحب نے اپنی کتاب الشّمس والقمرص ۷۰ میں ایک رسالے کا ذکر کیا ہے اور اس میں کہی گئی بات کو رد کیا ہے۔

مؤلف فرماتے ہیں اس وقت رسالہ:((راحت العوام باتحاد العلماء و الحکام فی العید والصیام)) سامنے پڑا ہے اس کے مصنف رئیس المفکرین بھی ہیں۔ رائیس المتکلمین اور فقیہ الزمان بھی اور وہ الحاج حضرت مولانا محمد بلال صاحب خطیب نشاط سٹی تربیلہ ڈیم ہیں جیسا کہ رسالہ کے نام سے ظاہر ہے۔ آپ روزہ اور عید کے لیے اتحاد بین المسلمین کے لئے بڑے مضطرب ہیں۔ رؤیت ہلال کی حقیقت میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

رؤیت ہلال کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں دراصل کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ متقدمین، متاخرین فقہاء کرام علماء سائنس، علماء شریعت، حنفی علماء، مالک، حنبلی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں

بھی نیا چاند نظر آئے اوراس کا فیصلہ شریعت کے مطابق ہو جائے جہاں اس فیصلہ کی اطلاع پہنچے اس پر عمل کرنا سب پر لازم ہے اوراس کی حقیقت یہ ہے کہ جب چاند سورج کے پیچھے ہو گیا تو نیا چاند ہو گیا اب یہ سب دنیا کے لیے نیا چاند ہے۔یہی پاکستان کے لیے، بھارت کے لیے نیا چاند ہے۔عرب، عراق، ایران اور انڈونیشیا غرض یہ کہ تمام دنیا کے لیے نیا چاند ہے۔اور مولانا کیلانی اس پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں۔آپنے دونوں باتوں کو اکٹھا ذکر کر دیا ہے حالانکہ نیا چانداور نئے چاند کا نظر آنا دو الگ امور ہیں اور انکی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔اس لیے ہم نئے چاند کی بات چھوڑ کر نئے چاند کے نظر آنے کے متعلق احادیث پیش کرتے ہیں کیونکہ نئے چاند کی شرعی حیثیت کچھ نہیں۔حدیث میں ہے چاند دیکھنے سے پہلے روزے شروع کریں یا عید منائیں وہ آپ کے نافرمان ہیں۔ارشاد نبوی ہے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے شک کے دن روہ رکھا اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔اس پر ہماری عرض یہ ہے کہ جن الفاظ حدیث کو مولانا نے ذکر کیا ہے وہ مرفوع نہیں موقوف ہیں اس کے الفاظ مولانا نے خود یوں نقل کیے ہیں۔((عن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشك فیه فقد عصی ابـا القا سم ﷺ)) مولانا کے ترجمہ سے بھی واضح ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے نہیں عمار بن یاسر کے ہیں اس لیے مولانا کے یہ الفاظ ارشاد نبوی ہے غلط ہیں اس کو حکماً مرفوع کہا جائے تو وہ الگ بات ہے بہرحال یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ مولانا کا یہ کہنا کہ نیا چانداور اس کا نظر آنا دو الگ الگ امور ہیں اس پر سوال یہ ہے کہ ان دو باتوں کو الگ کس نے کیا ہے اور جب تک چاند نظر نہیں آتا وہ نیا چاند کیسے کہلاتا ہے۔یاد رکھیئے مولانا نے چاند کے اقتران کے زمانے کو جس وقت وہ سورج کے انتہائی قریب ہوتا ہے اور گم ہو جاتا ہے ایک ڈیڑھ دن یا کچھ زیادہ عرصے میں گم رہتا ہے۔اقتران سے تعبیر کیا ہے اس عرصے کے چاند کو نیا چاند کہا ہے تو یہ مولانا کا نیا چاند شریعت کی کس دلیل سے نیا چاند کہلاتا ہے۔شریعت کی اصطلاح میں وہ نیا چاند ہے جو دیکھے جانے کے بعد پوری

شہرت حاصل کرلے جیسا کہ اس کی تفصیل ہم نے ذکر کی ہے۔ اس لیے مولانا کیلانی کے اقتران کے ایام کا چاند نیا چاند نہیں ہے وہ جب تک نظر نہ آئے پرانا چاند ہی کہلائے گا کیونکہ چاند کو نظر آنے کے بعد ہلال کہتے ہیں اس کے بعد دوسری بار نظر آنے تک وہ قمر کہلاتا ہے ہلال نہیں کہلاتا۔ علم ہئیت والے اس کو جو نام بھی دیں وہ ان کی اپنی اصطلاح ہے اور جس طرح کہ مولانا کیلانی کا اقتران کے زمانے کے چاند کو نیا چاند کہنا صحیح نہیں اسی طرح صاحب رسالہ راحۃ العوام کا یہ قول کہ جب چاند سورج سے پیچھے ہوگیا تو وہ نیا چاند ہے یہ بھی غلط ہے۔ اس کے بعد مولانا کیلانی نے ایک حدیث سے اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کو ثابت کیا اور اس حدیث کو اس کی دلیل قرار دیا ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ کسی محدث نے اس حدیث پر اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کی تختی لگائی ہے اور اس حدیث کے کسی لفظ سے اس مسئلے کو ثابت کیا ہے۔ مولانا کیلانی نے صاحب رسالہ راحۃ العوام کا راس المتکلمین فقیہ الزمان کے الفاظ سے تمسخر اڑایا ہے۔ اب ہم مولانا کے بارے میں کیا الفاظ استعمال کریں بہرحال وہ دنیا سے جاچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ہم یہی عرض کرسکتے ہیں کہ یہ حدیث یا اس سے آگے ذکر کی گئی حدیثوں میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے یا غیر معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہیں اس کے بعد مولانا نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ((صوموا الرؤیتہ وافطروا الرؤیتہ)) اس سے بھی مولانا نے اسی مسئلے کو ثابت کرنا چاہے ہے جو غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس کے بعد مولانا نے ابن عباس کی حدیث کو اس مسئلے کے ثبوت کے لیے پیش کیا ہے جو قطعاً اس موضوع سے غیر متعلق ہے اور مولانا کا یہ فرمان کہ ظاہر ہے یہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رؤیت کی شہادت کو غیر معتبر نہیں قرار دیا بلکہ مطلع کے اختلاف کی بناء پر اہل شام کی رؤیت کو اپنے علاقے کے لیے غیر معتبر کہا ہے اور یہ وضاحت بھی فرمادی کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ یہ حدیث اختلاف مطالع پر ایک صریح دلیل ہے۔ ہماری عرض یہ ہے کہ اس حدیث پر کس محدث نے اختلاف مطالع کا عنوان لگا کر اس

سے اس مسئلے کو ثابت کیا ہے صحیح مسلم میں کیا اسی حدیث پر اختلاف مطالع کا باب ہے یا یہ باب کس کتاب میں ہے۔ یہ بات صرف ظن وگمان پر مبنی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ صحابہ کرام مطلع کے اتحاد یا اختلاف کی چہ مگوئیوں سے قطعاً ناواقف تھے ان کے اقوال سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اس پر پوری بحث ہوچکی ہے اور پھر اہل شام اور اہل مدینہ کے مطلع کے اختلاف کی بھی کوئی دلیل نہیں اور علم ہئیت والے اس بات پر آج تک متفق نہیں ہو سکے کہ چاند کتنی مسافت پر مطلع کا اختلاف کرتا ہے۔

اس کے بعد علامہ عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مدینہ منورہ میں ہلال کا ذکر چلا کسی نے کہا اہل استارہ نے چاند دیکھا ہے تو قاسم بن محمد بن ابی بکر اور سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ نے کہا ہمارا اہل استارہ سے کیا تعلق المصنف ص ۳۹/ ج ۳ علامہ کیلانی نے اس حدیث کو اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کی دلیل میں نقل کیا ہے جبکہ اس کے اوپر یہ باب منعقد ہے۔ ((فی القوم یرون الھلال و لا یرونه الاخرون)) ایک قوم چاند دیکھے دوسرے نہ دیکھیں تو کیا حکم ہے۔ اس عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو مطلق ایک بلد کی رؤیت کو اسی بلد تک محدود رکھنے کے قائل ہیں یعنی دونوں بلدوں کے مابین بغیر کسی حد مسافت کے تو یہ روایت اتحاد مطالع کے معتبر نہ ہونے کی دلیل تو بن سکتی ہے معتبر ہونے کی نہیں بن سکتی۔ مگر ہمارے علامہ صاحبان ہیں کہ اس کو مطالع کے اتحاد کے معتبر ہونے کی دلیل بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اس سے پیشتر ہم علامہ عبدالوکیل ناصر صاحب کے دلائل کے ذکر کے ضمن میں اس کا جواب ذکر کر چکے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی دلیل میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ہمارے ان بزرگانکی غلط فہمی یہ ہے کہ انہوں نے ((لکل بلد رؤیتھم)) کے مذہب اور اتحاد مطالع کے معتبر ہونے کے مذہب کو ایک سمجھ کر اس حدیث کو اس کی دلیل بنایا ہے۔ حالانکہ سلف صالحین میں اتحاد مطالع کے معتبر ہونے یا نہ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اسی لیے علماء نے سالم بن عبداللہ بن عمر اور قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ

کوایک بلد کی رؤیت کو اس شہر تک محدود رکھنے کے مذہب کے قائلین میں شمار کیا ہے اور یہ بات مولانا عبدالرحمٰن کیلانی وغیرہ کے مذہب کے خلاف ہے۔ عون المعبود ۳۲۵/ ج ۶ میں یہ بیان ملاحظہ فرمایئے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا لوگوں کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر ایک شہر میں چاند ہوا دوسرے میں نہیں ہوا بلکہ ایک رات بعد ہوا اس کا کیا حکم ہے اس بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ظاہر مفہوم کی وجہ سے کہ ہر بلد کی اپنی خاص رؤیت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے ہر بلد کی اپنی اپنی رؤیت ہے یعنی دوسرے کسی بلد کی رؤیت ان کے لیے معتبر نہیں ہے اور یہی مذہب ہے عکرمہ اور اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کا اور اکثر فقھاء کا یہ قول ہے کہ جب لوگوں کی شہادت سے کسی شہر میں رؤیت ثابت ہو جائے تو وہ دوسرے شہروں کے لیے بھی معتبر ہوگی۔ یہ لوگ گذشتہ روزے کی جو ان سے رہگیا ہو قضاء کریں گے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور امام شافعی واحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس سے ثابت ہوا متقدمین حنفیہ اس بات پر متفق رہے ہیں کہ ایک شہر کا چاند سب کے لیے ہے کیونکہ امام خطابی رحمہ اللہ نے یہاں کسی حنفی فقیہ کا اختلاف ذکر نہیں کیا۔ فتح الودود میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ہم کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ ہم ایک آدمی کی شہادت قبول نہ کریں یعنی افطار میں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہو کہ ہم کو اپنے شہر کی رؤیت پر رہنے کا حکم ہے اور اسی دوسرے احتمال کی طرف امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا باب اشارہ کرتا ہے لیکن چونکہ پہلا معنی بھی اس کا متحمل ہے۔ لہٰذا دوسرا مطلب یقینی نہیں رہتا کیونکہ قاعدہ ہے جب کسی چیز میں دو باتوں کا احتمال ہو تو کسی ایک چیز کو یقینی نہیں کہا جاسکتا اور اس کے لیے استدلال باطل ہوجاتا ہے اور تحفۃ الاحوذی ۳۷۷/ ج ۳ میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر بلد کی اپنی رؤیت ہے دوسرے بلد کی رؤیت معتبر نہیں ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہمارے

مذہب میں صحیح قول یہ ہے کہ کسی ایک شہر کی رؤیت عام نہیں ہے بلکہ یہ رؤیت قریبی شہروں تک محدود ہوگی جہاں تک نماز کے قصر کا تعلق ہے یعنی ایسی مسافت تک جہاں نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جہاں تک مطلع ایک ہوگا وہاں تک ایک شہر کی رؤیت معتبر ہوگی۔ اور ہمارے بعض ہم مذہب علماء کا قول ہے کہ ایک شہر کی رؤیت تمام شہروں کے لیے ہے۔ اگر یہی قول ہو تو ہم ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جواب میں کہیں گے کہ انہوں نے خبر واحد کی وجہ سے کریب کی شہادت قبول نہیں کی لیکن حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک شہر کی رؤیت وہیں تک محدود ہوا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس مسئلے میں کئی مذاہب ہیں ایک مذہب یہ ہے کہ ہر بلد کی اپنی رؤیت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے۔ امام ابن المنذر نے عکرمہ، قاسم، سالم اور اسحاق بن راھویہ کا یہی قول نقل کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس میں کوئی اختلاف نقل نہیں کیا اور امام ماوردی رحمہ اللہ نے بعض شافعیوں سے یہی نقل کیا ہے۔ اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شہر کی رؤیت عامۃ الناس کے لیے ہے اور یہی بات مالکیہ سے بھی منقول ہے لیکن ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس کے خلاف اجماع نقل کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ دور کے شہروں کی رؤیت ایک دوسرے کے لیے معتبر نہیں ہے جیسے کہ خراسان اور اندلس اور قرطبی نے کہا ہے۔ ہمارے شیوخ کا قول ہے کہ جب چاند کی رؤیت قطعی ہو کسی ایک جگہ میں تو وہ دوسرے تمام لوگوں کے لیے بھی ہوگی اور اس رؤیت پر انکو روزہ رکھنا ہوگا اور ابن ماجشون نے کہا ہے کہ ایک شہر کی رؤیت اسی جگہ تک محدود ہوگی جہاں وہ ہوئی ہو وہاں اگر امام وقت تمام رعایا پر اس کو لازم کر لے تو پھر وہ لازم ہوگی۔ اس لیے کہ تمام بلاد اس کے لئے ایک بلد کی حکم رکھتے ہیں اور بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ اگر قریب کے شہر ہوں تو ایک شہر کی رؤیت دوسرے کے لئے معتبر ہوگی اور دور کے شہر ہوں تو اس میں دو قول ہیں۔ اکثر شافعیہ کا یہ قول ہے کہ معتبر نہیں ہے لیکن ابوالطیب اور ایک جماعت نے قبولیت کو واجب کیا ہے۔ امام نووی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی

نقل کیا ہے اور میں پہلے یہ نقل کر چکا ہوں کہ امام خطابی نے بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی نقل کیا ہے کہ ایک جگہ کا چاند سب کے لیے ہے۔اب جن شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ ہر بلد کی اپنی رؤیت ہے اور وہ یہیں تک محدود ہوگی وہ امام شافعی کے مقلد نہیں۔ان کا تقلید کا دعویٰ جھوٹا ہے۔لہٰذا اس کو شافعیہ کا مذہب نہیں کہنا چاہیے۔شافعیہ وہ ہیں جو امام شافع کے قول پر ہوں۔

اس کے بعد علامہ کیلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ دمشق شام کا شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں سے پانچ درجے طول بلد مغرب کو ہے۔یہ دونوں مقامات مقدسہ تقریباً چالیس درجے طول بلد مشرقی پر واقع ہیں جبکہ دمشق پینتیس طول بلد شرقی پر واقع ہے۔اگر مشرق میں واقع ہوتا تو مطلع کے اختلاف کی گنجائش نہیں تھی۔(ص:۷۵)اس کے اوپر ہماری عرض یہ ہے کہ پاکستان کا شہر کراچی بھی باقی ملک کے شہروں سے مغرب میں واقع ہے کیا اس کی رؤیت باقی ملک کے لیے ہے یا نہیں۔اگر ہے تو دمشق کی مدینے کے لیے کیوں نہیں ہے۔علامہ کیلانی رحمہ اللہ اسی صفحہ پر اہل استادہ کی رؤیت کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اپنے علاقہ کی شہادت کو معتبر سمجھتے تھے۔دوسرے علاقہ کی شہادت سے انہیں کچھ دلچسپی نہ تھی۔اس کے متعلق ہماری عرض یہ ہے کہ جناب عالی آپنے یہاں کونسے صحابہ کے آثار نقل فرمائے ہیں جس کی بنا پر آپ فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے صحابہ کا یہ موقف معلوم ہوتا ہے اپنے اہل استارہ کے حوالے سے جو اثر نقل کیا ہے اس میں سالم قاسم، عکرمہ کا ذکر ہے وہ تو تابعی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحابی نہیں اور اگر آپکا اشارہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف ہے تو وہ صحابی ہیں صحابہ نہیں ہیں یعنی ایک صحابی ہیں آپنے انکو جمع کس لغت کے لحاظ سے بنا دیا اور پھر ابن عباس کا اثر آج تک اختلاف سے نہیں نکل سکا یہ واضح نہیں ہوسکا کہ ان کے الفاظ سے ان کی کیا مراد تھی لہٰذا اس کو آپ نے کیسے دلیل بنا دیا اور پھر اگر وہ دلیل بنتی ہے تو اس مذہب کی دلیل بنتی ہے جو ((لکل بلد رؤیتھم)) کا مذہب رکھتا ہے لہٰذا اس حدیث کو اتحاد مطالع کے شہروں تک وسیع کرنا کونسی

فقاہت ہے اور اس میں کونسا علمی نکتہ ہے۔اس کے بعد مولانا رسالے راحتہ العوام پر مزید تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ان حوالہ جات میں حدیث کے ایک ٹکڑے کے اردو ترجمہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے لہٰذا پہلے وہی ملاحظہ فرمائیے۔مثلاً مغربی دنیا میں چاند دیکھا گیا،مشرق میں نظر نہیں آیا اور پھر مشرق والوں کو مغرب والوں کے دیکھنے کی خبر معتبر ذرائع سے پہنچ جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان جو کتب حدیث میں موجود ہے کہ روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے۔تو چاند کا دیکھنا عام ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں چاند دیکھا جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے،حنفی،مالکی،حنبلی مذاہب کا اس پر ان کا اتفاق ہے اور یہ حقیقت ہے۔(ص:۷ رسالہ) مذکور کیلانی صاحب فرماتے ہیں حدیث کا ترجمہ تو صرف یہ ہے کہ روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے۔اس مفہوم سے تو کسی کو اختلاف نہیں۔اختلاف ہے تو صرف اس مشرق و مغرب سب کو ایک کر دینے پر ہے۔ یہ مشرق و مغرب اور دنیا کے الفاظ کونسی دلیل کے تحت درمیان میں آ گئے۔اگر یہی طرز استدلال ہو تو پھر آخر کیا کچھ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں جا سکتا۔اس کے متعلق ہماری عرض یہ ہے کہ حدیث میں ہے چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو اور آپ نے جو کہا ہے کہ چاند کی رؤیت کے محل سے لے کر جہاں تک مطلع ایک ہوگا وہاں تک حکم اللہ ہوگا۔یعنی اگر چہ وہاں کسی جگہ بھی چاند نہ دیکھا گیا ہو پھر بھی ان علاقوں میں چاند کی رؤیت کو حکماً تسلیم کیا جائے گا۔جیسا کہ علامہ عبدالوکیل ناصر صاحب نے چاند کی رؤیت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔حقیقت رؤیت اور حکمی رؤیت تو اب سوال یہ ہے کہ اتحاد مطالع کے علاقوں تک چاند کی رؤیت کو حکماً لاگوں کرنا کونسی حدیث سے ثابت ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر تو تمام احادیث کی کتابوں پر ((لکل بلد رؤیتھم)) کا عنوان ہے۔ یہ عنوان کہیں بھی نہیں ہے کہ یہ رؤیت اتحاد مطالع کے تمام علاقوں کو بھی محیط ہوگی۔صحابہ کرام بلکہ تابعین و تبع تابعین کے دور تک تو مطالع کی حدود کی تعین ہرگز نہیں پائی جاتی اور ((راحۃ العوام)) والے کا یہ استدلال کوئی

نیا نہیں ہے۔ دیکھئے سنن ابوداؤد مع عون المعبود ص ۳۲۶/ ج ۲ میں حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ اثر مذکور ہے۔

((عن الحسن فی رجل کان بمصر من الامصار فصام یوم الاثنین و شهد رجلان انهما رأیا الهلال لیلة الاحد فقال لا یقضی ذالك الیوم الرجل و لا اهل مصره الا ان یعلموا ان اهل مصر من امصار المسلمین قدصاموا یوم الاحد فیقضونه))

حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ایک مسلمان کسی شہر میں ہو اور اس نے وہاں کی رؤیت پر پیر کو روزہ رکھا پھر دو آدمیوں نے شہادت دی کہ انہوں نے اتوار کو چاند دیکھا ہے تو ان لوگوں کی شہادت پر ان لوگوں نے پیر کو روزہ رکھا اتوار کے روزے کی قضا نہیں کرنی چاہیے جب تک ان کو یہ اطلاع نہ ملے کہ مسلمانوں کے کسی شہر میں اتوار کو چاند ہوا اور انہوں نے اس دن کا روزہ رکھا ہے تو پھر ایسی اطلاع پر انکو اتوار کے روزہ کی قضا کرنی چاہیے۔

اس روایت میں حسن بصری رحمہ اللہ نے صاف طور پر یہ کہا کہ اگر مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی بھی شہر سے یہ اطلاع آئے کہ وہاں چاند ایک دن پہلے ہوا تو اس روزے کی قضاء ان لوگوں پر واجب ہوگی جنہوں نے چاند ایک دن تاخیر سے دیکھا تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں آپ نے کریب کی شہادت کو قبول نہیں کیا اس کی تاویل میں یہ بات زیادہ قوی ہے کہ خبر واحد کی شہادت کی وجہ سے انہوں نے یہ شہادت قبول نہیں کی نہ کہ اس لیے کہ ہر بلد کی رؤیت اپنے لیے خاص ہے۔ اس کی دلیل امام ترمذی رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

((ولم یختلف اهل العلم فی الافطار انه لایقبل فیه الاشهادة رجلین))

(تحفة الاحوذی ۳۷۳ / ج ۳)

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ افطار میں دو آدمیوں کی رؤیت کی شہادت ضروری ہے۔

ایک آدمی کی رؤیت کی شہادت کافی نہیں ہے۔ چونکہ شام کی رؤیت پر اہل مدینہ کوتیس روزے پورے کرنے پر افطار کرنا پڑتا تھا اور یہ شہادت اس کے لیے کافی نہیں تھی اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس شہادت کورد کردیا اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے لیل نیل الاوطار ۲۵۹/ ج ۴ میں لکھا ہے کہ:

((واختلف ایضا فی شهادة خروج رمضان فحکی فی البحرعن العترة جمیعا و الفقهاء انه لایکفی الواحد فی هلال شوال و حکی عن ابی ثورانه یقبل قال النووی فی شرح مسلم لاتجوز شهادة عدل و احد علی هلال شوال عند جمیع العلماء الا اباثور فجوزه))

رمضان کے اختتام پر شوال کے چاند پر کتنے آدمیوں کی شہادت ضروری ہے تو اس پر اتفاق واجماع ہے سوائے ابوثور کے قول کے کہ دو آدمیوں کی شہادت ضروری ہے۔ ایک آدمی کی شہادت ناکافی ہے اور رسالے (راحة العوام) کے مؤلف نے جو چاند کے اتحاد کا حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے اور مولانا کیلانی نے اس پر اعتراض کیا ہے تو یہی استدلال امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار ۲۶۸/ ج ۴ میں کیا ہے۔ لہٰذا یہ استدلال برمحل ہے اور آئمہ میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور جمہور علماء نے چاند کے اتحاد پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے لہٰذا یہ استدلال ہرگز قابل مذمت نہیں بلکہ قابلمدح ہے ورنہ آئمہ کرام جاہل ٹھہریں گے اور علامہ کیلانی صاحب امام دوران وفقیہ زمان کا لقب پائیں گے۔ علامہ کیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رسالہ راحۃ العوام کے مؤلف نے حنفی کتب کے جونام لیے ہیں وہ چھ ہیں اس پر ہماری عرض یہ ہے کہ حوالہ تو ایک بھی کافی ہے مگر آپ کو چھ پر بھی یقین نہیں ہے تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہے اور پھر انہوں نے یہ اعتراض بھی کیا کہ ان کتابوں کی عبارتوں سے اپنے مطالب کے حوالے کیے گئے ہیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ کتب فقہ میں متقدمین کے اقوال وفتاوی بھی ہیں اور متاخرین کے بھی ہماری غرض متقدین کے فتاوی سے ہے۔ متاخرین کے فتاوی سے نہیں ہے اور

کیلانی صاحب کے یہ الفاظ قابل تعجب ہیں جن میں انہوں نے فرمایا ہے اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے آئمہ کی ایک قلیل تعداد نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر سمجھا ہے لیکن بیشتر آئمہ کے اقوال احادیث اور علم ہیئت کے اصول چونکہ اختلاف مطالع کی تائید کرتے ہیں لہٰذا ان چند اقوال کو کچھ اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ (ص ٧٦/٧٧) مولانا رحمہ اللہ کے یہ الفاظ اس لیے قابل تعجب ہیں کہ انہوں نے آئمہ اربعہ اور ان کے جمہور مقلدین کو ایک قلیل تعداد کہا ہے جو اختلاف مطالع کے غیر معتبر ہونے کے قائل ہیں اس کی دلیل ((الفقه على المذاهب الاربعة)) کے یہ الفاظ ہیں۔

((اذا ثبت رؤية الهلال في قطر من الاقطار وجب الصوم على سائر الاقطار بين القريب و البعيد اذا بلغهم من طريق موجب للصوم ولاعبرة با ختلاف مطلع الهلال مطلقا عند ثلاثة من الائمة و خالف الشافعية ٥٠٠ / ج ١))

جب چاند کی دنیا کے کسی کونے میں رؤیت ہوجائے تو وہ تمام دنیا کے لیے ہوگی اور آئمہ ثلاثہ ابوحنیفہ، مالک، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے مذہب میں چاند کے مطلع کے اختلاف کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہے اور امام نووی رحمہ اللہ المجموع شرح المہذب ٢٧٦/ ج ٦ میں شافعیہ کے مسالک کے ذکر میں لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ ایک جگہ کا چاند سب کے لیے ہے دوسرا قول یہ ہے کہ جس اقلیم میں چاند ہوا وہ وہیں کے لیے ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جس بلد میں چاند ہوا وہ وہیں اس شہر تک محدود ہوگا اور جہاں تک مطلع کا اتحاد ہوگا وہاں بھی اس کا حکم لاگو ہوگا اور یہی صحیح ہے چوتھا قول یہ ہے کہ ایک جگہ کا چاند وہاں تک معتبر ہوگا جہاں تک اس کے نظر آنے کا اس وقت امکان ہو۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جہاں تک نماز کی مسافت قصر شروع ہوتی ہے اس سے کم مسافت میں اس کا اعتبار ہوگا۔ چھٹا قول یہ ہے کہ چاند کی رؤیت کی جگہ تک اس کا اعتبار ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شافعیہ کے اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ چاند ایک جگہ کا سب دنیاء اسلام کے لئے ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس کو صحیح نہیں قرار دیا مگر ہمارے ہاں

ان کا یہی قول صحیح ہے کیونکہ یہ آئمہ ثلاثہ اور انکے مقلدین کا صحیح قول ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اس لیے ان کا جمہور علماء سے اتفاق قول لینا زیادہ بہتر ہے۔ اختلاف مطالع کے قول والوں نے اس مسئلے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بنیاد بنایا ہے جبکہ ہم بارہا ذکر کر چکے ہیں کہ اہل شام اور اہل مدینہ کے مطالع کے اختلاف کی کوئی دلیل نہیں۔ ابھی کیلانی صاحب کے ذکر کردہ کلام میں انہوں نے اسی ابن عباس کی حدیث کو ان شہروں کے مابین اختلاف مطالع کی دلیل بنایا ہے ہم نے چاہا اپنے موقف کی تائید میں امام شوکانی رحمہ اللہ کے کلام سے یہ اقتباس ہدیہ ناظرین کردیں۔ وہ فرماتے ہیں جان لے کہ حجت شرعیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے جو ان الفاظ سے مروی ہے۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اجتہاد جو لوگوں نے ان کے مذکورہ کلام سے سمجھا ہے قطعاً حجت نہیں ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی وصیت ہے اس سے مراد یہ حکم ہے چاند دیکھے بغیر روزہ مت رکھو اور مت افطار کرو اور یہ حکم انفرادی نہیں، کسی خاص فرد، کسی خاص قوم، کسی ملک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ حکم عامۃ المسلمین کے ہے لہٰذا یہ حدیث کسی خاص شہر کی رؤیت کے ساتھ خاص کر دینے کی دلیل کی بانسبت اس بات کی زیادہ اور واضح دلیل ہے کہ ایک شہر اور علاقے کے مسلمانوں کی رؤیت تمام مسلمانوں کی بھی رؤیت ہے اور اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ((لكل بلد رؤيتهم)) کی دلیل بنایا جائے تو یہ ایک مقامی دلیل ہوگی اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن دو شہروں کے مابین اتنا بعد ہو کہ مطالع کا اختلاف وہاں پر یقینی ہو مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہاں اہل شام کی رؤیت کو غیر معتبر قرار دینا باوجود اس کے کہ یہاں دو شہروں شام کے شہر دمشق اور مدینہ کے مابین مطالع کا اختلاف بھی نہیں کیونکہ دونوں شہروں کے مابین جو بعد ہے وہ اختلاف مطالع کا ہرگز متقاضی نہیں ہے۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خالصتاً ان کے اپنے اجتہاد پر مبنی ہے اور وہ حجت نہیں ہے اور اگر ہم لزوم تقید بالعقل کو تسلیم نہ بھی کریں تو کوئی عالم بھی اس میں اختلاف نہیں کریگا کہ ادلہ شرعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک

شہر والے دوسرے شہر والوں کی خبریں مانتے آئے ہیں اوران کے اوپر مبنی اعمال بھی کرتے آئے اور ایک دوسرے کو حجت سمجھتے آئے ہیں اور رؤیت ہلال کا مسئلہ بھی انہیں خبروں اور شہادتوں میں سے ایک شہادت ہے لہٰذا یہ بھی دوسری شہادتوں کی طرح قابل عمل ہونی چاہیے خواہ رؤیت کی جگہ اور جہاں رؤیت نہیں ہوئی ان کے مابین مطلع کا اختلاف ہو یا اتحاد ہو لہٰذا یہاں کسی ایک بات کو حجت قرار دینا اور دوسری بات کو رد کرنا بلا دلیل صحیح نہیں ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے قول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی واضح بیان نہیں دیا جس کو حجت سمجھا جاسکے۔ لہٰذا اس مسئلے میں صحیح قول وہی ہے جو مالکی مذہب اور زیدی علماء کی جماعت نے اختیار کیا ہے اور بحر زخار میں اس کو امام مہدی نے معتمد علیہ قرار دیا ہے اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنے شیوخ سے جس کو ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شہر کی رؤیت تمام دنیاء اسلام کی رؤیت ہے اور امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا اس کے اوپر اجماع نقل کرنا کہ اہل اندلس کی رؤیت خراسان کے لیے معتبر نہیں ہے۔ ہرگز قابل توجہ نہیں ہے کیونکہ اتنے علماء اجلا جب اس کے مخالف ہوں تو ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے اجماع کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کا یہ دعویٰ کہ شام اور مدینہ کا مطلع مختلف نہیں ہے کئی سو سال سے نشر ہو رہا ہے لیکن آج تک کسی معتمد علیہ عالم نے اس کو غلط ثابت نہیں کیا اور ان کا یہ دعویٰ آج تک اسی قوت کے ساتھ موجود ہے جو اس کی قوت اس وقت تھی جب وہ معرض تحریر میں آیا تھا۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کے اس بیان کو تمام دنیاء اسلام کے علماء نے پڑھا مگر اس کو رد کرنے کی کسی کو آج تک جرأت نہیں ہوئی۔

ہماری پوری اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ﴾ اور احادیث نبویہ کے عمومی خطاب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایک شہر کا چاند تمام امت مسلمہ کے لئے ہے بغیر کسی مسافت کی قید کے اور اتحاد مطلع کا قول ایک محدث قول ہے جس کے اوپر خود اس کے ایجاد کرنے والے یعنی علماء شافعیہ بھی متفق نہیں ہو سکے لہٰذا یہ قول باطل ہے اور آج امت مسلمہ کو جتنی اتحاد کی

ضرورت ہے وہ پہلے کبھی نہیں تھی اس وقت عراق، افغانستان اور پاکستان کے مغربی صوبے یورپی فوجوں کی یلغار میں ہیں۔اس وقت ہم اور امور کے ساتھ اپنی عیدیں اور رمضان ایک کر کے باطل قوتوں کے سامنے کس قدر اتحاد کا مظاہر کر سکتے ہیں۔

فقط والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

عطاءاللہ ڈیروی غفر اللہ ولوالدیہ ولجمیع المسلمین (آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی محمد ﷺ)

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان